قد افلح من تزکی ۝ و ذکر اسم ربہ فصلی ۝

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا، اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

فروری سنہ ۹۶ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے۔ نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے۔ نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ

قرآن - علم کا گمشدہ خزانہ

اسلام جو ایک متحرک اور DYNAMIC دین تھا اور اس دین کی بنیادی ٹیکسٹ بک قرآن جو انسان کے بدلتے حالات اور بدلتے مسائل کو سمجھنے اور ان کو انسانی بہتری میں بدلنے کی ہدایات و معلومات سے مزین ہے۔ جسے ہم نے ایک جامد اور محدود مذہبی تصور میں بدل دیا۔ وقت کے تقاضوں، ضروریات اور مسائل کو حل کرنے کے لئے قرآنی علوم سے اس کے اصل CONTEXT میں استفادہ کرنے کی بجائے اس علمی خزانے کو بنجر زمین بنا دیا پھر اسے ریشمی غلاف میں لپیٹ کر طاق و الماری کی زینت بنا کر مسلمانوں پر علم کے دروازے بند کر دیئے۔

یہ علم کی ایسی نرالی کتاب ہے جس میں انسانیت کو تباہی بربادی اور زوال سے بچانے کے لئے تاریخی واقعات کی وارننگ موجود ہے۔ تو انسانی ترقی کے لئے علم کے کئی رازوں سے پیشگی پردہ بھی اٹھایا گیا ہے۔ اب بھی علم کے کتنے پوشیدہ خزانے اس میں موجود ہیں جن سے پردہ اٹھانے کی توفیق اللہ کریم کئی آنے والی نسلوں کو دیتا رہے گا۔ لیکن ہم نے اس خزانے کو کنکروں کا ڈھیر سمجھ کر جو سلوک روا رکھا ہے اور خود کو جن علوم کے حصول اور دریافت سے محروم کر دیا ہے اس کی سزا تو ہمیں ہماری معاشی، معاشرتی اور سیاسی حالات کی شکل میں مل ہی رہی ہے۔ لیکن ہم تاریخ کا ایک ایسا تاریک باب بن رہے ہیں کہ انسان کی وہ نسل جو اسلام کو پھر ایک DYNAMIC دین بنا دے گی اور قران کو حور و ثواب اور وظائف کے مقام سے نکال کر وہ مقام دے دے گی جہاں سے علم و فن، سائنس و ٹیکنالوجی اور دریافت و ایجادات کے چشمے پھوٹنے لگیں گے۔ تو وہ نسل انسانی ہمارے وقت کے علمائے دین، دانشوروں، **سائنسدانوں** اور ماہرین علوم کی جہالت اور علم دشمنی پر ندامت کے سوا تاریخ میں اور کیا تذکرہ کر سکیں گے۔

اللہ کریم نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر برتری بخشی تو وہ علم کی وجہ سے۔ حالانکہ اس وقت ان کو جو علم دیا گیا وہ کچھ اشیاء کے ناموں تک تھا۔ لیکن وہ تمام مخلوقات میں انسانی برتری کی ابتدا تھی۔ پھر اللہ کریم نے اسی ماہ رمضان میں تمام علوم کے دروازے کھول دیئے اور علوم کے تمام راز جو تاقیامت انسان کی ترقی و بقاء کے لئے مفید اور کار آمد رہیں گے قرآن مجید کی صورت میں انسان کو بخش دیئے۔ لیکن کتنے بدنصیب ہیں ہم اس دور کے مسلمان کہ اتنی بڑی بخشش پر ہمارا ایمان سمجھ بوجھ سے عاری ہو گیا اور کئی ایسے راز جو اس کتاب مبین پر ایمان رکھنے والوں نے دریافت کرنا تھے وہ ان قوموں کے حصے میں چلے گئے جو براہ راست اس پر ایمان بھی نہیں رکھتے۔ کیا گذشتہ کی طرح ہمارے ایمان صرف فاقے میں رہ کر ذکر و عبادات اور وظائف تک ہی محدود رہیں گے یا کچھ اہل ایمان اسلام کو پھر سے ایک متحرک اور DYNAMIC دین کا مقام دینے کے لئے اپنے اپنے مذہبی خول سے نکل کر میدان میں آئیں گے؟

تاج رحیم

تصوّف کی اہمیّت

یہ تقریر استاد مکرم حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب رح نے منگچر ضلع قلات کے مقام پر علمائے کرام کے ایک مجمع میں فرمائی۔

ہم اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کہتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت وہ جماعت ہے وہ مذہب ہے جس نے نبوت کے دونوں پہلوؤں کو سنبھال لیا ہے۔ ہمارے چار فقہی مذاہب یعنی شافعی، مالکی، حنبلی اور حنفی نے نبوت کا ظاہری پہلو سنبھال لیا ہے اور ہمارے چار سلسلوں نے باطنی پہلو جو نبوت کا ہے اُس کو انہوں نے سنبھال لیا ہے اس کو کہتے ہیں اہل سنت والجماعت جنہوں نے دونوں پہلوؤں کو سنبھالا ہے اگر کوئی شخص ظاہری پہلو کو سنبھال لے۔ اُس کا وہ وارث بن جائے اُس کو کتاب سے حصہ ملا چونکہ یہ نبوت کا ظاہری پہلو ہے علوم نبوت سے عبارت ہے قرآن کریم حدیث نبوی لیکن یہ جو ظاہری پہلو ہے اس کو ہر ایک انسان حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کو حدیث نبوی کو سکھ، ہندو، یہودی عیسائی یہ سارے پڑھ سکتے ہیں۔

باطنی پہلو کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ نورِ نبوت سے، آدمی مسلمان بھی ہو، ایماندار بھی ہو، لیکن بدکار ہو تو یہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے سمجھنے کے لئے ضرورت اس چیز کی ہے کہ ظاہری پہلو کبھی کبھی منسوخ بھی ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور سمجھ لو کر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری وقت میں نازل ہوں گے اُس کا تعین تو اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے۔ کیونکہ شب معراج میں جس وقت آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے ہیں اس بحث کو ابن جریر رحمۃ نے اور ابن کثیر رح نے اور در منثور نے بڑا مفصل بیان کیا ہے کہ قیامت کا مسئلہ بھی اس کے سامنے پیش ہوا تھا تمام انبیاء نے انکار کیا کہ ہمیں کوئی علم نہیں۔ لا اعلم بس یہی کچھ کہتے تھے عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جس وقت یہ مسئلہ پیش ہوا۔ انہوں نے فرمایا تو مجھے علم نہیں۔ لیکن اتنا مجھے علم ہے جب میں زمین پر اُتروں گا اُس وقت قیامت بالکل قریب ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آئیں گے اور وہ درجہ صحابیت کا رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اُن کو بیت المقدس میں اور اُن کا ظاہری پہلو جو نبوت کا ہے ختم ہو جائے گا۔

انجیل منسوخ ہو چکی ہے منحرف ہو چکی ہے۔ اُس پر کوئی عمل نہ ہوگا اس لئے ظاہری پہلو نبوت کا بالکل ختم۔ باطنی پہلو نبوت کا بالکل اسی طریقے پر قائم ہوگا۔ بخاری میں موجود ہے کہ یاجوج ماجوج کے قصہ میں یہ حدیث بھی آتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت یہ نکلیں گے۔ وہ سدِ سکندری کو توڑ کر باہر آئیں گے اُس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ کی طرف وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو لے کر کوہ طور پہاڑی پر چلے جاؤ۔ وحی کا سلسلہ بدستور باطن کے ساتھ رہے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت حاضر ہوں گے تو قرآن کریم انہوں نے پڑھا ہوا نہیں۔ حدیث نبوی سے واقف نہیں وہ تو آسمان پر بیٹھے ہیں اس لئے

الحاوی للفتاویٰ میں علامہ سیوطی نے دوسری جلد میں اس کو بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوگا۔ میری قبر پر آئے گا اور مجھ سے بات چیت کرے گا۔ جو مسئلہ جو سوال وہ پیش کرے گا۔ میں اس کا جواب دیا کروں گا۔ بعض کہتے ہیں نہیں الہامی یا القائی طور پر آسمان پر سکھا دیا جائے گا اور سیکھ کر آسمان سے زمین پر آئے گا۔ یہ دو اقوال ملتے ہیں حیات الانبیاء میں جو مسئلہ دیو بندی نے پیش کیا ہے۔ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ یہ نہیں تو عیسیٰ السلام کا ظاہری پہلو نبوت کا ختم ہو جائے گا۔ لیکن باطنی پہلو بدستور رہے گا۔ اس طریقے سے ہمارے چار سلسلوں نے باطنی پہلو نبوت کا جو نور نبوت ہے اس کو انہوں نے حاصل کر لیا اور ظاہری پہلو کو آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور قرآن کو علماء ظواہر کے چاروں مذہبوں نے اس کو حاصل کر لیا۔ یہ سب مرکب ہو کر اس کو کہتے ہیں اہل سنت والجماعت۔ شاہ عبدالعزیزؒ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں۔

شیعوں کے مقابلے میں جب بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں اہل سنت والجماعت کہتے ہی اس کو ہیں جو نبوت کے دونوں پہلو سنبھال لیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں لکھا ہے اس پہ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسلام ایک درخت ہے شجر ہے جس کا تنا بھی ہے جڑیں بھی ہیں۔ اس کی شاخیں بھی ہیں اس پر پھل بھی لگتا ہے فرماتے ہیں تنا اور جڑیں جو ہیں یہ عقائد ہیں اور اس کی شاخیں پتے خار کانٹے وغیرہ یہ شرعی مسائل ہیں۔ اس پر جو پھل لگتا ہے اس کو تصوف کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے متکلمین نے اصولی مسائل سے بحث کر کے ہمیں مستغنی کر دیا ہے جس قدر بھی اصولی مسائل تھے وہ سب اُن پر بحث کر کے ان کو مکمل کر دیا ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے۔ کہ خیر القرون کے دور میں یہ چیزیں قلمبند ہو چکیں۔ عقائد بھی معاملات بھی عبادات بھی سارے خرقِ عادات سارے کے سارے تین سو بیس سال میں یہ مکمل ہو چکے ہیں۔ اس لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال ہے کہ اپنی تحقیق کو کوئی شخص متقدمین سے آگے نہ بڑھائے اُن کے ذہن صاف تھے۔ زمانہ حضور کا بہت قریب تھا۔ ہم بہت دُور ہو چکے ہیں۔ اندھیرے میں پڑ چکے ہیں ہمارے تحقیق کے لئے وہ دماغ ہم نہیں رکھتے جو متقدمین کا تھا۔

سلف صالحین سے آگے نہ بڑھائے اپنی تحقیق کو وہ فرماتے ہیں کہ فقہاء نے فروعی مسائل سے بحث کر کے ہمیں مستغنی کر دیا ہے اور پھل جو درخت پر لگا ہے جس کو قرآن کریم خلوص سے بیان کرتا ہے۔ حدیث جبرئیلؑ میں احسان سے اس کو تعبیر کیا گیا ہے اور اُس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کی تعبیر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیلؑ نے سُن کر دریافت کی کہ ایمان کیا چیز ہے ما الایمان۔ آپ نے بیان کیا۔ اس کے بعد اسلام کے متعلق اس نے سوال کیا۔ آپ نے بتایا اسلام اس چیز کو کہتے ہیں۔ پھر احسان کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے تعبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ صوفیا اور محدثین کرام نے احسان کو تصوف سے تعبیر کیا ہے۔ حدیث ہرقل میں اس کو بشاشت قلوب سے تعبیر کیا ہے اور اس حدیث میں احسان کے ساتھ اور قرآن کریم خلوص سے اس کو بیان کرتا ہے۔

آقائے نامدار محمد رسول اللہ نے جس وقت فاروق اعظمؓ سے دریافت کیا کہ آپ کو پتہ ہے کون آدمی تھا یہ سائل جس نے سوال کیا فرمایا اللہ و رسولہٗ اعلم میں اس کو نہیں جانتا فرمایا اللہ و رسول اس کو بہتر جانتے ہیں فرمایا جاء جبریلؑ یعلمکم دینکم یہ جبرئیل تھا۔ تمہیں دین سکھانے کے لئے تمہارے پاس آیا تھا۔ تقریباً یقیناً تو نہیں، دس بارہ دن آپ کی مرض موت سے پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔ دس بارہ دن پہلے جبرئیلؑ آئے انہوں نے آکر سوال کیا تو اس وقت پتہ چلا کہ تصوف جو ہے یہ بھی دین کی جزو ہے بلکہ یہ روح ہے اسلام کا۔ اس لئے جو میں نے آیت پڑھی ہے اس میں اُس کی تعیین ہوتی ہے نبوت کے فرائض سے اور آپ کے وظائف سے تین وظیفے اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں اس جگہ قرآن کریم کی اس آیت میں تلاوت، تعلیم حکمت اور تعلیم کتاب اللہ اور اس کے بعد فرمایا ویزکیھم تزکیۂ نفس، یہاں آخر یہ بیان کیا ہے۔ دوسری آیتوں میں اول میں بیان کیا ہے تلاوت کے بعد تزکیۂ نفس کو بیان کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدار و انتہا میں یہی چیز مقصود ہے۔ تلاوت کتاب اپنے مقام پر بہت اہم چیز ہے۔ بہت بڑی چیز ہے لیکن یہ تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے لئے دیباچہ اور مقدمہ بنتی ہے۔ اساس اور مقدمہ بنتی ہے اور تعلیم وہ بھی تمہید ہے تزکیہ نفس کی۔ یہ تینوں وظائف آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں خود سنبھال لئے تھے تلاوت تعلیم کتاب، تعلیم حکمت۔ یعنی کتاب اللہ کے معنی سکھانا تفسیر بیان کرنا۔ حدیث کے معنی اس کی شرح بیان کرنا اور تزکیہ نفس آپ کی صحبت سے حاصل ہو جاتا تھا تینوں وظائف آپ کی زندگی میں خود آپ نے سنبھالے ہیں تمام شعبے جس قدر دین کے تھے سارے کے سارے آپ نے سنبھالے ہیں۔ آپ میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام کمالات رکھے فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی تیرھویں جلد میں نقل کرتے ہیں حضور کو اللہ نے جس قدر انسانی کمالات تھے تمام کے تمام عطا کر دیئے اس کے بعد وہ خلفائے راشدین تک آئے عمر بن عبدالعزیز تک پہنچے ہیں بعض علمار نے امام شافعیؒ کو بھی اس میں شامل کیا ہے بعض نے نکالا ہے اور کہا ہے کہ اُن کو حکومت نہیں ملی۔ باقی کمالات اُن میں موجود تھے لیکن حکومت سے مبرا تھے کیونکہ آپ کی تعلیم جو تھی اس میں جج بھی پیدا ہوئے مجسٹریٹ بھی پیدا ہوئے۔ تحصیلدار بھی پیدا ہوئے۔ اسی تعلیم سے سپاہی بھی پیدا ہوئے۔ خالد بنؓ ولید جیسے ابوعبیدہ ابن جراحؓ جیسے حضرت قعقاعؓ سعد بن ابی وقاصؓ جیسے۔ عکرمہؓ بن ابوجہل کی طرح جرنیل بھی اُسی تعلیم سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور عادل بادشاہ عادل حاکم جو زمین نے دیکھے نہیں اور آسمان کی آنکھ نے صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ علیؓ دیکھے جو اسی تعلیم سے پیدا ہوئے ہیں تعلیم ایک ہوتی تھی وہ چٹائیوں پر بیٹھے ہیں سارے۔ تعلیم ایک ہو رہی ہے اُسی میں قاری بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ حافظ بھی پیدا ہو رہے ہیں عالم بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ مفتی بھی، اور مدرس بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ مبلغ بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ خلفائے راشدین کا دور گزرا ہے۔ یہ امانت اُمت کے کندھوں پر رکھ دی گئی۔ اس امانت کے امین اُمت محمدیہ کے علمار پھر ہم نے دیکھا ہے بعض بزرگان دین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے تینوں شعبوں کو سنبھال رکھا تھا۔ تلاوت اور تفسیر قرآن بھی اور شرح حدیث بھی اور تزکیہ نفس بھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تو اس میں ہر شعبہ کو علیحدہ علیحدہ، پھر قاری علیحدہ علیحدہ ہو گئے انہوں نے قرأت کو سنبھال لیا۔ مفسر علیحدہ ہو گئے محدث علیحدہ ہو گئے۔ صوفیار کی جماعت علیحدہ ہو گئی ابن خلدون لکھتا ہے کہ جس وقت تصنیف کا دور آیا ہے تو ہر ایک نے قلم اٹھائی اپنے اپنے فن پر تحریروں نے نحو کو قلم بند کیا۔ صرفیوں نے صرف کو، منطق شروع ہو گئے محدث بھی پیدا ہو گئے انہوں نے علیحدہ اپنے فن کو مدون کیا فقہا پیدا ہوئے اسی طرح صوفیوں نے بھی علیحدہ اپنے فن کو قلمبند کیا ہے انہوں نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر لکھتا ہے ان کی جو کتاب ہوتی ہے ان کی کوئی شرح کرنے لگے صوفی کے علاوہ تو اُس کی شرح وہ نہ کر سکے گا کیونکہ اس کی سمجھ میں نہ آئے گی میں نے دیکھا ہے مثنوی کی شرح لکھی ہے کسی عالم نے لیکن اتنی غلطیاں کی ہیں جس کی حد نہیں کیونکہ وہ تصوف سے واقف نہیں یہ فن ہی علیحدہ ہے۔

انور شاہ رحمتہ اللہ علیہ فیض الباری میں لکھتے ہیں کُل فن رجال کے لیے مرشد ہوتے، یہ مسئلہ انہیں سے سیکھے جیسے فن معلوم ہے تو صوفیاء کرام نے اپنی جگہ بیٹھ کر محدثین کرام نے اپنی جگہ بیٹھ کر اور مفسرین نے اپنی جگہ بیٹھ کر فقہاء نے اپنی جگہ بیٹھ کر اُمت محمدیہ کی رہنمائی فرمائی صوفیاء نے خاموشی سے بیٹھ کر۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء ظواہر جو ہیں وہ ظاہری اعضاء پر حملہ کرتے ہیں نماز شروع کرائی روزہ چھوڑ دیا۔ نماز پڑھی ہے، حج زکوٰۃ چھوڑ دی۔ اور حرم کیا صوفیاء کا سیدھا حملہ دل پر ہوتا ہے جس وقت اس کی اصلاح ہو جائے۔ سارا بدن ٹھیک ہو جائے گا۔ سینہ کو صدر کیوں کہتے ہیں اس لئے کہ یہ صدر مقام ہے۔ یہ قلب جو ہے یہ خون کا لوتھڑا مراد نہیں ہے قرآن کریم حدیث نبوی میں جہاں جہاں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ ذکر قلب کا ہوتا ہے احکام روح کے بیان ہوتے ہیں یہ لوتھڑا کتے کا بھی ہے بلی اور چوہے کا بھی ہے یہ درندے پرندے کا بھی ہے اس کے ساتھ چونکہ روح کا تعلق زیادہ ہوتا ہے اس سے ذکر جب قلب کا ہوتا ہے احکام روح کے ہوتے ہیں اس کی اصلاح ہو جائے یہ ٹھیک ہو جائے تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر اس میں خرابی پیدا ہو جائے تو پھر عقائد میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اعمال میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر باطن صاف نہ ہو۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ دین کے تینوں ارکان حدیث جبرئیل سے ثابت ہوتے ہیں یہاں بھی اگر تصوف کو نکال دیا جائے تو اُمت محمدیہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس امانت کے امین بنا کر گئے ہیں مولانا ادریسؒ نے بخاری کی جو مشکلات لکھے ہیں اُن میں لکھتے ہیں کہ مغرب کی نماز کی تین رکعت ہیں اور وتروں کی بھی تین رکعت ہیں۔ اگر ایک رکعت انسان چھوڑ دے تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح تصوف بھی چھوڑ دیں تو دین ناقص ہو جائے گا۔ یہ روح اسلام ہے۔ دین کا روح ہے مذہب کا روح ہے اسلام کا روح ہے اس لئے کہ تین رکعت سے اگر ایک چھوٹ جائے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے چہ جائیکہ انکار ہی کر دیا جائے اس تصوف سے، مرض اس وقت بڑھتی ہے جس وقت انکار ہو جائے۔ حکیم نہ رہے۔ ڈاکٹر ختم ہو جائے کوئی بھی نہ رہے تو پھر اس وقت مرض بھی بڑھ جاتی ہے یقیناً بات ہے کہ جس وقت یہ مراقبہ خانے خالی ہو گئے اللہ والے اللہ اللہ کرنے والے رات کے وقت اُٹھ گئے تو تصوف اجنبی چیز معلوم ہونے لگی۔

آج آپ دیہاتوں میں جا کر دیکھیں عشاء کی نماز کے وقت ایک آدمی نہیں ملتا مسجد میں سحری کے وقت کوئی بندہ نہیں ملتا جو مسجد میں آکر تہجد پڑھے۔ پھر خاص کر جائے اور ریڈیو نے تو حد کر دی۔ صبح کی نماز کے بعد ہم دیکھتے ننھے چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے کھجوروں کی گٹھلیاں لے کر ان پر درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اب بس سلام پھیرا۔ چلو جی چلئے۔ ریڈیو (بغل میں) قرآن کریم سینوں سے گیا ریڈیو سے گیا۔ ریڈیو گانا بجانا ان کی جگہ آ گیا۔

اس لئے صوفیاء کرام نے نہایت خاموشی سے بیٹھ کر مخلوق کی رہنمائی کی۔ مخلوق کو جو اللہ سے دُور ہو چکی ہے اس کو واصل کیا اللہ والا بنایا اور اللہ سے روشناس کرایا چونکہ اصل مقصد ہی یہ ہے۔ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں سورۃ فاتحہ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم سے پہلے جو کتابیں اُتری ہیں مثال کے طور پر ایک سو چار کتابیں ہیں۔ سو کتابوں کا جس قدر بھی خلاصہ تھا وہ تورات، زبور، انجیل میں آ گیا۔ تورات، زبور، انجیل کا خلاصہ سورۃ البقرہ میں آ گیا ہے۔ کیونکہ علماء پڑھاتے ہیں اڑھائی پارے؟ بیضاوی کے اڑھائی پارے رکھے ہیں اگر کوئی پڑھانے والا ہو صحیح ہو تو سورۃ البقرہ پڑھنے کے بعد سارا قرآن کریم حاصل ہو جاتا ہے سورۃ البقرہ کا خلاصہ سارے کا سارا سورۃ الفاتحہ میں آ جاتا ہے سورۃ الفاتحہ کا خلاصہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ میں آ جاتا ہے اور بسم اللہ کا خلاصہ اس ب میں ہے جو ب تلبس کی ہے۔ بغرض کیا ہے انبیاء کے بھیجنے کی؟ کتابوں کے نازل کرنے کی؟ علماء کو پیدا کر کے اُن کو علم دے کے اُن کی تبلیغ کا خلاصہ کیا ہے کہ اللہ والے بن جائیں۔ خدا سے چمٹ جائیں ب تلبس کی۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے مجھے یاد آتا ہے۔ مثنوی میں مولانا روم نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کسی وقت پانی پہ اُترے تھے دیکھا ایک آدمی بھیڑ بکریاں چرا رہا ہے وہ اپنی حالتِ مستی میں کہہ رہا ہے۔ ربا! آپ کی بیوی کوئی نہیں۔ بچے کوئی نہیں ماں کوئی نہیں۔ آپ کا سر میلا ہو گیا ہو گا، بال میلے اور چکٹ گئے ہوں

گے۔ آپ کے پاؤں پر میل چڑھ گیا ہوگا۔ آج اگر آپ آجاتا جلتے تو میں بھیڑ بکریوں کے دودھ سے آپ کا سر دھوتا آپ کے پاؤں سے میل اتارتا۔ اسی حالت میں لگا ہُوا ہے۔ یہ الفاظ خدا کی شان میں بظاہر کفریہ ہیں لیکن وہ چونکہ سُکر کی حالت میں تھا۔ معذور تھا۔ مستی میں تھا جس طرح حضرت مجددؒ الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں محمود غزنوی جس وقت پہنچا تھا اس وقت وہ ہندوستان پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا۔ خاص کرکے سومنات پر ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں پہنچا۔ خرقان کے علاقہ میں اس وقت وہ بالکل تن تنہا تھے جھونپڑی میں بیٹھے تھے شہر سے باہر خندق یعنی کچھ گڑھا کھود کے اس پہ جھونپڑی تھی اُس میں انہوں نے ڈیرہ لگایا ہُوا تھا۔ انہوں نے وزیراعظم کو بھیجا اُس نے جاکر سلام کیا لیکن شیخ نے نہ دیکھا اور نہ ہی سلام کا جواب دیا یہ سُن کر محمود نے کہا ہمارے دل میں جو چیز ہے وہ غلط ثابت ہوئی۔ یعنی دنیا کا کوئی شائبہ ہوتا تو وہ آجاتا۔ پھر کہا اب دوبارہ پھر جاؤ اور اس کے سامنے کھڑا ہوکر السلام علیکم کہنا اور پھر یہ پڑھنا یا ایہا الذین امنوا الخ جس وقت انہوں نے اس آیت کو پڑھا تو وہ مراقبے کی حالت میں تھے۔ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اُن کو فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی ہے ابھی رسول تک نہیں پہنچا اولوالامر کا تیسرا درجہ ہے فرماتے ہیں یہ کفریہ کلمات ہیں لیکن چونکہ وہ سُکر کی حالت تھے، معذور تھے جس طرح ایک صحابی کے منہ سے نکلا تھا اللھم انت عبدی وانا ربک یہ حالت کی ہے اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا خدا ہوں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا تُو تو کافر ہو چکا ہے خدا کے اعضار ثابت کر رہا ہے ؎

وحی آمد سوئے موسیٰ از الٰہ
بندۂ ما راز ما کردی جُدا

فوراً وحی آئی اے موسیٰ علیہ السلام میرا بندہ میرے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ تُو نے مجھ سے جُدا کر دیا ؎

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

میں نے تو آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ جو مجھ سے کٹ چکے ہیں اُن کو میرے ساتھ جوڑ دو یہ نہیں کہ جو جُڑے ہوئے ہیں اُن کو کاٹ کر (علیحدہ) کر دو ؎

ہر کسے را اصطلاح دادہ ایم

میں نے ہر ایک آدمی کو اپنی اپنی زبان دی ہے

سندھیاں را اصطلاح سندھ بداں
ہندھیاں را اصطلاح ہند بداں۔

سندھی اپنی زبان میں مجھے یاد کرتے ہیں اور ہندی اپنی زبان میں مجھے یاد کرتے ہیں یہ اپنی زبان میں لگا ہُوا ہے تو خلاصہ کیا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں یوں لکھا ہے۔ سارے انبیاء کے آنے کا مطلب اور کتابوں کے نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق جو خدا سے کٹ چکی ہے اُسے خدا سے جوڑ دیں۔ اور یہ نہیں ہوتا جب تک تزکیہ نفس نہ ہو جائے۔ قلب کی اصلاح نہ ہو جائے۔ حدیث میں آیا ہے۔ الا ان فی الجسد ... الا وھی القلب بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو سارا بدن ٹھیک ٹھاک ہو جاتا ہے اور وہ فاسد ہو جائے تو سارا بدن برباد ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ قلب ہے، دل ہے اس کی اصلاح کر لو۔ میں تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری طبیعت خراب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ سنّت والجماعت کا مذہب کس کو کہتے ہیں جس نے نبوت کے دونوں پہلوؤں کو سنبھال لیا ہے۔ اب ذرا دیکھ لو اس کو حدیث کا موضوع کیا ہے۔ حدیث سے غرض کیا ہے۔ حدیث کی تعریف کیا ہے۔

موضوع حدیث ہے ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حیث رسالت و نبوت۔ حدیث سے غرض کیا ہے۔ غرض حدیث سے سعادت دارین کہ دونوں جہان ٹھیک ہو جائیں۔ تعریف حدیث کی ہے۔ اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من القال

حدیث معراج کو دیکھو۔ کیا مشکوۃ میں یہ حدیث موجود نہیں۔ فرمایا اپنی اُمت کو میرا سلام پہنچا دینا اُن کو کہنا جنت چٹیل میدان ہے اس میں کوئی درخت نہیں کوئی حوریں نہیں کوئی نہریں نہیں کوئی درخت نہیں۔ آپ کے عمل ہی حوریں بنیں۔ حوریں بھی عمل ہیں درخت بھی یہاں کے

عمل ہیں۔

یہ میرا پیغام پہنچا دینا بات چیت ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی واپسی پر وہاں بھی دیکھے اور پر بھی دیکھے۔ کیا یہ مشہور تواتر تک یہ بات پہنچی ہوئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بار بار حضور کو لوٹایا کہ میں تجربہ کر چکا ہوں۔ دیکھ چکا ہوں، آپ کی اُمت بہت کمزور ہے یہ پچاس نمازیں برداشت نہیں کریں گے۔ اللہ سے تخفیف کا جا کر سوال کریں بار بار جاتے رہے اسی کو استغادہ کہتے ہیں۔ یہ کلام ہوتی گئی یہ جو کچھ ہوا ہے کیا اس کے ہم مکلف نہیں یہ حضور کی حدیث نہیں یہ فعل یہ قول حضور کا جو کچھ آپ نے کیا ہے دیکھا ہے حتیٰ کہ پھر واپسی پر آئے تو قریش کے سامنے جس وقت بات ہوئی۔ وہ چڑ گئے۔ پھر ابوجہل نے اس بات کو اُٹھایا دیکھو یہ کہتا ہے رات کو گیا ہوں۔ عشاء تک تو یہاں موجود تھا اور صبح بھی یہاں موجود ہے کہتا ہے میں بیت المقدس میں گیا ہوں بیت المقدس دیکھ آیا ہوں آسمانوں پر گیا ہوں کیا صدیق اکبرؓ کو نہیں بلایا تھا کہ یہ آپ کا صاحب کیا کہتا ہے فرمایا جو کچھ کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے سچ ہے۔ آسمانوں کی خبریں پہلے دیتے ہیں ہم تصدیق کرتے ہیں تو یہ بات کوئی بعید ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ بیت المقدس کا نقشہ بیان کریں فرمایا۔ میں نے رات کو دیکھی تھی میں بیت المقدس کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ میں مصروف تھا انبیاء کرامؑ کے ساتھ اقتداء ہوئی جماعت کھڑی ہوگئی۔ اس انتظار میں کہ آگے امام کون بنے گا۔ جبرئیلؑ نے میرا بازو پکڑ کے آگے کھڑا کر دیا سکندر نامے میں مولانا نظامی نے لکھا ہے۔ ؎

درآں شب آں امام الانبیاء شد
ہمہ پیشینیاں را پیشوا شد

فرماتے ہیں کہ میں اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا جس وقت مجھ پر یہ سوال پیش ہوا تھا میں بڑا پریشان ہوا۔ میں نے تو بیت المقدس رات کو دیکھی تھی۔ میں کس طرح بیان کر سکتا ہوں بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا گیا جو چیز وہ پوچھتے تھے میں گن گن کر وہ سناتا تھا ذرا ذرا ایک ایک پتھر گن گن کر ان کو سنا دیا۔ فلانی چیز، فلانی چیز۔ یاد رکھو ایسے لوگ دنیا سے نابود ہو چکے ہیں۔ شیخ اور مرید کی آپس میں مناسبت نہ ہو تو اُسے فیض نہیں ہو سکتا انبیاء معصوم اس لئے قرار دے دیا گیا ہے جبرئیلؑ فرشتہ معصوم۔ ظاہراً و باطناً۔ یہ آپس میں نسبت ہے کہ وہ اس سے فیض لیں۔ یہ ہے کشف تام، انبیاء کا کشف تام ہوتا ہے اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ صوفی کا کشف تام نہیں ہوتا۔ ناقص ہوتا ہے اس میں غلطی لگتی ہے نبیؐ کے سامنے حقیقت کھل جاتی ہے کشف سے جبرئیلؑ ہے کلام کون کر رہا ہے میرے ساتھ جبرئیل ہے اور اس کی پہچان اس طرح ہو جاتی ہے کسی شیطان کا کلام ہو کسی جن بھوت کا کلام ہو خوف پیدا ہو جاتا ہے بال کھڑے ہو جاتے ہیں بدن انسانی پر اندر بیٹھ لے انسان صوفی ہے اللہ اللہ کر رہا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ملائکہ آ جائیں خوشی اور فرحت پیدا ہو جاتی ہے نبی کے پاس جبرئیلؑ علیہ السلام آپ کے دل پر القاء کرتا تھا وانہ لتنزیل من رب العالمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین۔ بلسان عربی مبین قرآن کو ہم نے اتارا ہے اور جبرئیلؑ نے آپ کے دل پر آ کر اتارا ہے۔ یہ کان نہیں سنتے ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ اُتنے وقت دوسری طرف آرڈر آ گیا ہے لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ نہیں پڑھ سکتے آپ لاتعجل بالقرآن ... وحیہ جب تک وحی پورا نہیں ہو جاتا اس وقت تک زبان سے نہ پڑھو۔ پتہ چلا کہ کوئی چیز ہے جو قرآن کریم کو پڑھ رہی ہے وہ کیا ہے روح ہے وہی قلب ہے احکام روح کے اور ذکر قلب کا ہو رہا ہے بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے تلقی کی شکل میں القاء کرتا ہے فرشتہ کرسی نہیں چھوڑتا جبرئیلؑ لٹک کر القاء کرتا ہے یہ ہے کشفاً۔ یہ معلوم ہوتا ہے جبرئیل کا دیکھنا یا فرشتوں کا دیکھنا جن کا دیکھنا۔ شیطان کا نظر آنا، یا کشف قبور کا ہونا بر تو نبوت سے حاصل ہوتا ہے۔ حدیثیں بھری پڑی ہیں۔ یہ حدیثیں ہر جگہ ہیں۔ سنت مردہ کو زندہ کرنے والا سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہے۔ کشف قبور یا یہ چیزیں جو ہیں اگر کسی کو زیادہ ضرورت ہو تفہیمات الٰہیہ فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ رح

آج ہم تمام علماء اکٹھے ہوکر ایک پلڑے پر اپنے اپنے علم رکھ دیں لیکن شاہ ولی اللہؒ کا علم پھر بھی بھاری ہوگا ان کو علم لدنی تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ میرا والد آیت من آیات اللہ (معجزۃ الانبیاء) یعنی وہ ایک اللہ کی نشانیوں سے ایک نشانی (معجزۃ من معجزہ الانبیاءؑ یعنی وہ ایک اللہ کی نشانیوں سے ایک نشانی تھا اور انبیاء کے معجزات سے ایک معجزہ تھا تفہیمات الٰہیہ کو دیکھیں تفہیمات میں لکھتے ہیں کہ میرے والد نے جلد ہی میری شادی کرادی میں نہ سمجھا کہ کیوں کرائی لیکن شادی کے بعد جلدی فوت ہوگئے اٹھارہ سال کا تھا کہ میں نے مسند تدریس کو سنبھال لیا اٹھائیس سال کی عمر میں حرمین میں گیا والد سے میں نے تصوف حاصل کیا میں ریاض الجنۃ میں نفل الضحٰی پڑھ رہا تھا میں نہیں دیکھتا کہ میری یہ آنکھیں دیکھ رہی ہیں یا روح کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میں انوار میں غرق کھڑا ہوں۔ اس کے بعد میں حضورؐ کی طرف متوجہ ہوا دیکھا کہ آپ مراقبے کی حالت میں ہیں۔ میں خاموشی سے جاکر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے چہرہ مبارک اٹھایا اور میری طرف ہاتھ بڑھائے دونوں ہاتھوں سے میں نے بیعت کی (تفہیمات الٰہیہ الانبیاء فی سلاسل اولیاء اللہ) اور فیوض الحرمین الفوز الکبیر میں بھی لکھتے ہیں۔ کہ میں پہلا اویسی ہوں قرآن کریم میں نے حضورؐ سے پڑھا ہے ان کو دیکھیں تذکرۃ الرشید، امداد السلوک۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کیا فرماتے ہیں۔ میں گرمیوں کی ابتداء میں کبیر والے مدرسے کے جلسے میں گیا مجھے شیخ الحدیث لے گئے تھے میں ان کے گھر ہی ٹھہرا دو گھنٹے تو میرے ساتھ ہی شیعوں کے متعلق گفتگو کی میں نے ان سے کہا یہاں یہ جو چار سو طالب علم بیٹھا ہے۔ یہ جب وقت پڑھ کے نکلیں گے اس وقت ان کو یہ علم نہ ہوگا کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے شیعوں کا کیا ہے۔ قادیانیوں کا ہے غیر مقلدوں کا کیا ہے، خارجیوں کا کیا ہے ان کو کوئی عقیدہ کا پتہ نہیں ہوتا پڑھ کے نکلتے ہیں اور عقیدے کی خبر نہیں ہوتی۔ ان کو کیوں نہیں سکھاتے میں نے کہا کہ میں نے کتاب لکھی ہے "تحذیر المسلمین" وہی پڑھاؤ۔ اس کے تصوف پہ بات چل نکلی انہوں نے کہا کشف جو ہے یہ الہام ہے میں نے کہا الہام سے تو قرآن بھرا ہوا ہے اس کا انکار غلط ہے کشف پہ بات کرو۔ کہا کہ صوفیائے کرام لکھتے ہیں کہ فیض الرجال ہے میں نے کہا ٹھیک ہے مردوں کے بچے جو ہوتے ہیں یعنی صوفی ابتدائی دور میں جو ذکر کرتے ہیں ان کی تربیت کی جاتی ہے اور کشف مقصودی چیز نہیں یہ غیر مقصوم ہے جس کو دربار نبوی میں حاضری ہو جائے فنا فی الرسول۔ فنا الرسول کا مطلب ایک مراقبہ ہے جو دربار نبویؐ بغیر اس کے کہ جب تک وہ حاصل نہ ہو۔ ترقی ہوتی ہی نہیں تو آقائے نامدار محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے صحابی جو ہیں حضورؐ کو حالت ایمان میں جس شخص نے دیکھا ہے وہ صحابی ہے اگر اس نے نہیں دیکھا حضورؐ نے دیکھ لیا تب بھی صحابی۔ اندھا آدمی ہے زندگی میں ہے حیات میں ہے اگر دنیا میں نبی رخصت ہو چکا۔ کسی نے چہرہ دیکھا ہے۔ تو وہ صحابی نہ بنے گا کیونکہ آپ اب برزخ میں آچکے قدم آپ کا برزخ میں ہے اس طریقہ سے تعبد ربک کانک تراہ ۔۔۔۔ یہ اگر عبادت رب کی اس طرح کی کہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یہ کشفی حالت ہے اگر آپ نہیں دیکھ سکتے تو اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے استغراقی کشف کی صورتیں میں نے ان سے کہا کشف مقصودی چیز نہیں اور نہ ہم اس کو مقصودی چیز سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کا انعام ہے جس پہ ہو جائے اور شرعی دلائل جو ہیں یہ بھی صرف چار ہی قسم کے ہیں۔ کتاب اللہ سنت رسول۔ اجماع امت اور قیاس۔ کشف الہام شرعی دلائل میں داخل نہیں ہاں ان سے رموز اور اسرار شریعت حاصل ہوتے ہیں۔

میں ایک دفعہ چکوال میں بیٹھا ہوا تھا ایک مولوی صاحب نے مجھ پہ اعتراض کیا کہ موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑی پر جس وقت کھڑے تھے۔ یہ آرزو کر رہے تھے کہ ربا مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ تو اللہ نے فرمایا تم نہیں دیکھ سکتے۔ پہاڑی سخت ہے آپ نرم ہیں باری تعالیٰ کی تجلی پہاڑی پر پڑی اور وہ ریزہ ریزہ ہوگئی موسیٰ علیہ السلام صرف بے ہوش ہوئے یہ کیوں نہیں مرے جبکہ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر سرمہ بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام ٹھیک ٹھاک کھڑے رہے اس کی کیا وجہ ہے؟

میں نے کہا مجھے یاد تو نہیں، مفسرین نے کیا لکھا ہے لیکن اب دیکھ لیتے ہیں۔ جب دیکھا تو ان دونوں پہاڑیوں

کے درمیان وادی ہے اس پہاڑی پر موسیٰؑ کھڑے ہیں تجلی اُس پہاڑ پر پڑی ہے ۔ میں نے کہا کشف اور الہام سے اسرار رموز شریعت حاصل ہوتے ہیں ۔ اختلاف رفع ہو جاتا ہے پتہ چل جاتا ہے باقی رہا شرعی دلائل اس کا کوئی دخل نہیں ہاں انبیاء علیہ السلام کا کشف تام ہوتا ہے وہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں اُس کو آگے چل کر سوچو جبرئیلؑ نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ کر پڑھا تھا؟ اور پھر وہ آکر نبی کریمؐ کو بتلاتے تھے؟ وہ بھی تلقی روحانی سے لیا گیا ہے

اے اول تو ورائے اول
حیران زہے تو انبیاء مرسل

اللہ کی ابتداء میں ہی انبیاء رسول حیران ہو کر رہ گئے ہیں۔ ابتداء معلوم نہیں وہ تو ماوریٰ الوریٰ ذات ہے تو جبرائیلؑ قرآن کی تعلیم کیسے حاصل کر سکتے ہیں اُس میں دو ہی قول نقل کئے ہیں تفسیر اتقان میں ایک جگہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پر ان حروف کو ایجاد کیا ہے موٹے موٹے ایجاد ہیں دوسرا قلبی، روحانی قول صحیح ہے اور تلقی روحانی سے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے حاصل کیا ہے دل پڑھتا ہے دل سنتا ہے۔

یہ ہمارے گناہ اس کو اندھا کر دیتے ہیں اُس کو بہرہ کر دیتے ہیں ۔ یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہے اور دنیا میں مکلف بالذات بدن ہے بالتبع روح ہے موت کے بعد بالذات روح بالتبع بدن ۔ یہ سلوک اور تصوف جو ہے یہ روح کا چونکہ کام ہے ۔ اُس کا تعلق عالم بالا کے ساتھ ہے زمین کے ساتھ نہیں ۔ اور اُس وقت یہ روح کا اپنا فعل ہے اس لئے یہ بڑی سہولت ہے عالم برزخ میں جو عزت اس کی ہے اتنی کسی کی نہیں ۔ ہاں سوائے نیک ہونے کے پہلی چیز اس کی شرائط میں سے ہے اور اس کے ارکان میں سے اتباع شریعت سب سے بڑھ کر بڑا رکن ہے اس اتباع کے بغیر کوئی چیز نہیں ۔ جتنے مناصب ہیں. نقباء ہوں اوتاد ہوں، ابدال ہوں قطب ہوں فرد ہوں قطب وحدت ہوں ۔ صدیق ہو یہ میرے آقا کی جوتیوں کی خاک سے ملتے ہیں اتباع سے ملتے ہیں بغیر اتباع سے ملتے ہیں بغیر اتباع حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز نہیں ملتی ۔ کوئی شخص ہوا میں اڑتا آئے پانی میں چل کر آئے دریا کو عبور کرے بالوں سے گھی اور دودھ نکال لے لیکن قول و فعل سنت کے خلاف ہے ہم اُسے شیطان کہیں گے ۔ ہم اس کو کسی قسم کا درجہ دینے کے لئے تیار نہیں جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اتباع نہ کرے ۔ اس میں ترقی نہیں ہوتی ۔ یہ چیز حاصل نہیں ہوتی ۔ بدکاروں کو یہ چیز نہیں ملتی ۔ شائد کوشش کر کے لے جائے لیکن کچھ دن کے بعد وہ لوٹ کر اپنی جگہ پر آ جائے گا ۔ تو بہرحال حدیث بے شمار ہیں ۔ کتاب اللہ میں موجود ہے یہ سب کچھ اور تصوف جو ہے یہ روح اسلام کی ہے جس طرح نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ روزہ غیبت سے ٹوٹ جاتا ہے ۔ حالانکہ ٹوٹتا تو نہیں یعنی اس کی رُوح نکلی جاتی ہے فرمایا زانی جب اس فعل میں مشغول ہوتا ہے ایمان نکل جاتا ہے چور چوری کرتا ہے تو ایمان نکل جاتا ہے یعنی روحِ ایمانی نکل جاتی ہے ۔ ابُت رہ جاتا ہے ۔ ڈھانچہ رہ جاتا ہے گوشت پوست کا ۔

باقی رہا لسانی ذکر اُس کے لئے کسی شیخ کی ضرورت نہیں اس کی زبان تو گنگ نہیں خود پڑھ سکتا ہے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے ماوریٰ الوریٰ معاملات کے شروع ہونے سے سلوک کا تعلق آسمانوں سے اُوپر ہے عرش معلیٰ کے ساتھ ہے ۔ یہ سارے عالم رہ جاتے ہیں ۔ اور سالک سمجھتا ہے کہ میں چھوڑ کر اُوپر آ گیا ہوں ۔ جس کا جی چاہے اس میدان میں اس وادی میں قدم رکھ کے گھومے اس کے بعد پتہ لگے گا ۔ زبانی زبانی بیان کرنے سے قطعاً پتہ نہیں چلتا ۔ سہ

لباسِ فہم برلائے اُو تنگ
سمندِ عقل درصحرائے او لنگ

لباس سمجھ والا پھٹ جاتا ہے اس میدان میں بڑا تیز رو گھوڑا بھی لنگڑا ہو کر گر جاتا ہے ۔ یہ سمجھ نہیں آتی جب تک یہ حاصل نہ ہو ۔ یہ پیالہ نوش نہ کریں گے تب تک سمجھ نہ آئے گی فرشتے سے کوئی پوچھے کہ گڑ کتنا میٹھا ہے وہ نہیں بتا سکتا چار سال کے بچے سے شادی کا لطف پوچھو وہ نہیں بتا سکتا ۔ اسی طریقے سے کوئی مولوی ہو، عالم ہو، فاضل ہو وہ تصوف کو نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ اس میدان میں قدم نہ رکھے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

روزہ کس لیئے

مولانا محمد اکرم اعوان

رب جلیل نے اس مبارک مہینے کے فضائل میں ارشاد فرمایا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ۔ بہت سی فضیلتوں میں رمضان المبارک کے اس مبارک مہینے کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ کا کلام، کتاب حکیم، رب جلیل کا ذاتی کلام بندوں کے لئے اس ماہ مبارک میں نازل ہوا۔ نزول قرآن تیئس برس مسلسل ہوتا رہا لیکن علم الٰہی سے لوح محفوظ میں بیک آن منتقل ہوا اور لوح محفوظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بتدریج منشا باری کے مطابق نازل ہوتا رہا۔ صرف قرآن حکیم نہیں مفسرین کرام یہ بات لکھتے ہیں کہ جتنی آسمانی کتابیں انبیاء علیہم السلام اور رسل پر نازل ہوئیں سب کا نزول رمضان المبارک میں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مبارک مہینے کی اپنی جو خصوصیات اور فضیلتیں اللہ نے رکھی ہیں ان کے علاوہ بندے میں بھی یہ تبدیلی آتی ہے کہ وہ اپنی خواہشات نفس کو روک کر اپنی بھوک پیاس کو روک کر اپنی نیند کو روک کر اوصاف ملکوتی اپنانے کی، فرشتے جیسی عادتیں، فرشتے جیسے اوصاف اپنانے کی محنت کرتا ہے اور اس کا مزاج اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ وہ کلام الٰہی کو سمجھ سکے صرف سننا مقصود نہیں ہوتا سنتے تو وہ بھی تھے جنہوں نے انکار کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنتے تھے اور قرآن مجید ہی سنتے تھے مانتے نہیں تھے تو اس کا مطلب ہے کہ سننے سے مراد وہ سننا ہے جو سمجھ میں آئے جسے بندہ اپنے شعور میں اتار سکے جسے سمجھ سکے اور پھر اسے مان سکے اس پر عمل کر سکے۔ ہوتا تو یہ ہے کہ رمضان المبارک میں روزے کے فضائل رمضان المبارک کے فضائل جنت کی نوید حوروں کی تعداد زیر بحث لائی جاتی ہے اتنی ملیں گی اتنی ملیں گی دودھ کی نہریں ہوں گی۔ شہد کی نہریں ہیں عیش کریں گے یہ باتیں ہوتی ہیں لیکن بنیادی وہ بات کہ ان سب نعمتوں تک پہنچنے کے لئے بندہ کیا کرے کہاں رہے کس سے ملے کس راستے سے گزرے چونکہ جنت کوئی عجیب شے نہیں ہے جنت ہمارا گھر ہے ہماری خاطر ہے۔ اللہ کریم کو اس کی ضرورت نہیں ہے اللہ کریم کھانے پینے سونے جاگنے سے بالاتر ہے جنت اس کی مخلوق ہے وہ خالق ہے انسان اس کی ایسی مخلوق ہے جس کی خاطر اس نے وہ گھر بنا دیا ہے اس کی جتنی آپ تعریفیں کرتے جائیں آپ تھک جائیں گے آپ کے الفاظ ختم ہو جائیں گے اور اس کے کمالات ختم نہیں ہوں گے اصل معاملہ یہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے کیا شرائط ہیں اس لئے کہ سارے انسان وہاں تک پہنچ نہیں سکیں گے رب کریم نے جنت کے اور ہمارے درمیان یہ دنیاوی زندگی رکھ دی یہ دنیاوی زندگی صرف اس بات کی آزمائش ہے کہ بندہ واپس اپنے گھر جانے کے قابل ہے یا راستہ بھٹک کر سدا کی

مسافری میں نکل جاتا ہے ویرانوں میں نکل جاتا ہے بربادی کی طرف نکل جاتا ہے ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہم نے کلمہ پڑھ لیا اور ہم کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور بات ختم ہو گئی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں بات ختم نہیں ہوتی کلمہ جو پڑھ لیتا ہے وہاں سے بات شروع ہوتی ہے یعنی کلمہ پڑھ لینے پر بات ختم نہیں ہوتی جب آپ کلمہ پڑھ لیتے ہیں جو ایمان قبول کر لیتا ہے بات وہاں سے شروع ہوتی ہے اور ایمان قبول کر لینے کے بعد بھی اگر کوئی اسلام پر عمل نہ کرے زندگی ویسی ہی اختیار کرے جو غیر اسلام ہے اور یہاں خطاب مومنین کو ہے قرآن کریم میں تین طرح سے بات کی گئی ہے۔

ایک عام انسانیت سے اولاد آدم سے **یٰاَیُّھَا النَّاسُ** اے اولاد آدم علیہ السلام۔ اس میں کوئی بھی ہے مرد عورت کوئی بھی انسان کہیں کا رہنے والا وہ اس میں شامل ہے۔ کسی جگہ محض کفار کو مخاطب **یایھا الکفرون** وہاں ان کا کفر زیر بحث آیا ہے تیسرا انداز تخاطب ہے مومنین کو **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا**۔ اس میں صرف اور صرف مسلمانوں سے بات کی گئی ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جو خود کو مسلمان کہلواتے ہو جو اللہ کی توحید نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کتاب اللہ کی حقانیت کے قائل ہو یہ دیکھ لو کہ یہ کہنا کہ میں مسلمان ہوں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا ایمان ہے تو دو باتیں آپ کے بس سے نکل گئیں ایک تو آپ نے اللہ کی توحید کا اقرار کر لیا اب اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا یہ آپ کو زیب نہیں دیتا یعنی آپ نے سارے معبود باطلہ سے جان چھڑا لی۔ لا الہ الا اللہ۔ عبادت کے لائق صرف اللہ ہے کوئی بھی نہیں اور اسلام ایسا عجیب مذہب ہے کہ یہ لا سے شروع ہوتا ہے لا کے معنی ہوتا ہے نہیں۔ یہ انکار سے شروع ہوتا ہے اقبال سے نہیں شروع ہوتا یعنی پہلے سارے معبود ان باطلہ کا انکار کرو اور پھر کہو کہ میں اللہ کو مانتا ہوں یہ نہیں کہ تم دوسروں کو بھی معبود مانتے ہو اور ساتھ اللہ کو بھی مان لو ایسا اسلام نہیں ہے نیچے پچاس رنگ ہیں دل پر اوپر ایک سبز رنگ پھیر لو کہو مسلمان وہ کہتا ہے نہیں یہ سارے اتارو کہہ دو لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سب کی نفی کر دو کوئی بھی نہیں ہے۔ جب سارے پر لکیر کھینچ چکو تو پھر کہو نہیں ایک اللہ ہے۔ یعنی نفی سے شروع ہوتا ہے یہ نہیں کہ جو کچھ دل میں ہے وہ سارا کوڑا کرکٹ رکھو اور اوپر ایک غلاف ریشمی چڑھا لو اور کہو جی یہ مسلمانی ہو گئی فرمایا نہیں پہلے سارے کا سارا کفر جو ہے سارے کی ساری منافقت جو ہے ساری بدمعاشی اندر سے نکالو اب کہو کہ اللہ واحد ہے میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ کیسے عبادت کرو گے کیسے اللہ کو راضی کرو گے کیسے اطاعت کرو گے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم رہنمائی فرمائے گا۔ یعنی دو باتیں مسلمان ہوتے ہی تمہارے ہاتھ سے نکل گئیں ایک تو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے دوسرا زندگی کیسے بسر کرو گے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے تمہاری اپنی مرضی ختم ہو گئی۔ اب تمہارے اختیار میں نہیں ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے آگے سجدہ کرو اور یہ بھی تمہارے بس میں نہیں ہے تم کھانے پینے کمانے سونے جاگنے لباس دوستی دشمنی نکاح طلاق کے مسائل اپنی مرضی سے انجام دو نہیں یہ تمہارے اختیار میں نہیں اگر تم مسلمان ہو تو پھر تمہیں یہ سارا نظام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر اپنانا ہو گا۔ تم حکومتیں بناؤ تم سیاست کرو تم الیکشن لڑو تم عدالتیں بناؤ تمہارا قانون ہو اور وہ سارا تمہاری پسند کا ہو یا کسی دوسرے کی پسند کا ہو تو فرمایا یہ اسلام نہیں ہے یہ قطعاً" اختیار نہیں ہے تمہیں ہر کام وہ سیاست ہے یا تمہاری تجارت ہے یا عبادت ہے یا تمہارے اخلاقیات ہیں یا کردار ہے ہر بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لینی ہو گی یہ ہے اسلام۔ اب تم اپنے اس وعدے سے پھر جاتے ہو۔

مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ تم میں سے جو

وئی پھر گیا اپنے دین سے اپنے وعدے سے اپنے اقرار سے اب پھرنا دو طرح کا ہوتا ہے ارتداد دو طرح سے ہے ایک تو ہے کہ وہ انکار ہی کر دیتا ہے کہتا ہے میں مسلمان ہوں ہی نہیں یا نیا کوئی باطل عقیدہ اختیار کر لیتا ہے جسے بالاتفاق علماء کفر کہتے ہیں کسی کافر طبقے میں چلا جاتا ہے عیسائی ہو جاتا ہے یہودی ہو جاتا ہے ایک تو وہ مرتد ہے یہ تو ارتداد ہو گیا اعلانیہ ایک ارتداد یہ ہے کہ اعمال مرتدوں کے ہوں زبانی اقرار کرتا رہے۔ جیسے نبی الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **مَن تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔** جس نے جان بوجھ کر بغیر عذر کے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا اب اس کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ زبان سے وہ کہتا رہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن جو کام اس نے کیا بغیر عذر کے نماز چھوڑی یہ کام کافروں جیسا اس نے کیا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے کفر کیا یعنی کام کافروں جیسا کیا اس نے ہم جب زبانی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور کردار ہمارا جو جب وہ غیر اسلامی ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارا وہ کردار مرتدوں جیسا ہے یعنی وہی ارتداد ہے عملی ارتداد ہے پریکٹیکل لائف کا جو ہے ارتداد ہے اور فرمایا اگر تم نے کسی بھی طرح کا ارتداد اختیار کیا تو ہونا تو یہ چاہئے کہ پھر اسلام مٹ جائے۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ ایک شعبہ زندگی کو اس کے ماننے والے ہی رد کر دیتے ہیں وہ اپنے لئے جینے کا کوئی دوسرا انداز اختیار کر لیتا ہے تو پھر اس انداز کو اس تہذیب کو جینے کا کوئی دوسرا انداز اختیار کر لیتا ہے تو پھر اس انداز کو اس تہذیب کو جینے کے اس سلیقے کو مٹ جانا چاہئے اللہ کریم فرماتے ہیں مٹے گا نہیں۔ یہ ہو گا کہ پھرنے والے محروم ہو جائیں گے۔

فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّہُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ۔ اللہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔ ایسی قوم جو اللہ کو محبوب ہو گی جس سے وہ خود محبت کرتا ہو گا جس کی کوئی خوبی اسے پسند ہو گی اور جب ان سے محبت کرے گا تو محبت کا جواب تو محبت ہوتا ہے اور محبت ایسی جہاں آتی ہے وہاں سے محبت کے شعلے پھوٹتے ہیں پھر وہ قوم بھی اس پر نچھاور ہو گی تم رہ جاؤ گے وہ کسی نے بڑا مزے دار کہا تھا کہ

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہئے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

یعنی جو چھوڑے گا اسے دوسرا اللہ نہیں ملے گا۔ دوسرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ملے گا۔ دوسرا قرآن نہیں ملے گا۔

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو تیرے آستان سے اٹھتا ہے

اسے پھر بیٹھنے کا ٹھکانہ نہیں ملے گا اس کا دین قائم رہے گا کسی اور قوم کو توفیق دے دے گا جنہیں وہ پسند کرتا ہو گا۔ وہ اس سے محبت کریں گے۔

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ وہ مومنین کے لئے مسلمانوں کے لئے بڑے نرم خو ہوں گے بڑے تواضع اور انکسار والے لوگ ہوں گے۔

اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔ لیکن کافر کے لئے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے کافر کے لئے بڑے ہارڈ لوگ ہوں گے بڑے سخت لوگ ہوں گے کافر کے لئے۔

یُجَاہِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اللہ کی راہ میں شمشیر بکف ہوں گے۔ کوئی انہیں روک نہیں سکے گا۔ اللہ کی راہ سے زبان سے تحریر سے تقریر سے عمل سے کردار سے اور شمشیر سے ہر انداز سے ہر ضرورت کے مطابق اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ۔ اور کسی خرافات بکنے والے کی خرافات کی پروا نہیں کریں گے کہ کوئی انہیں فنڈا منڈالسٹ کہتا ہے کوئی انہیں فنیٹک کہتا ہے یا کوئی انہیں قدامت پسند پرست کہتا ہے تو وہ اس کی پراوہ نہیں کریں گے وہ کہیں گے ہمارا معاملہ تمہارے ساتھ نہیں ہمارا معاملہ رب العلمین کے ساتھ ہے وہ کیا کہتا ہے روز حشر ہمیں ہماری نگاہ اس بات پر ہے ہمیں اس پر نہیں کہ امریکہ کیا کہتا ہے یورپ کیا کہتا ہے یا ملک کے دیسی گورے کیا کہتے ہیں جو کھاتے یہاں کا ہیں اور سوتے جاگتے خوابوں میں

یورپ میں اور امریکہ میں ہیں جن کے کردار کافروں جیسے ہیں جن کی تعلیمات کافرانہ ہیں جو پیدا ہوتے اور مرتے کافرانہ انداز میں ہیں اور محض ساری زندگی اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ فرمایا ان کے ہٹنے کی پرواہ نہیں کریں گے اور فرمایا یاد رکھو اگر کسی کو یہ توفیق دے دے کہ وہ بندہ اس جماعت میں شامل ہو جائے جو محض اللہ کے لئے محض دین کی بقاء کے لئے محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے لئے محض کتاب اللہ کی عظمت کے لئے میدان جہاد میں اتر جائیں فرمایا **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ** یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے بہت بڑا انعام ہے رب العلمین کا کہ کسی کو یہ دے دے اور ہر کسی کو نہیں دے گا۔

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ جو لوگ اسے پسند آئیں گے انہیں یہ توفیق دے گا ہر ایک کو نہیں دے گا۔ ہر بندے کے دل میں یہ طلب پیدا ہو گی یا جو اللہ سے مانگے گا یا جو اللہ کے سامنے عاجزی کرے گا۔ یا جس کی کوئی بات اسے پسند آ جائے گی اسے یہ توفیق دے گا اور یہ یاد رکھو ساری دنیا کو دے دے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اس کی رحمت بہت وسیع ہے کوئی کمی نہیں لیکن علیم وہ جانتا ہے کہ کس کو دینی ہے اور کون اس قابل نہیں ہے وہ دلوں کے بھید اندر کی باتیں چھپے ہوئے راز اور ارادے جانتا ہے۔ دینے میں کمی نہیں ہے وہ ساری کائنات کو ہزار بار پیدا کر کے سب کو اس سے زیادہ دے دے تو اس کی رحمت کا کوئی کنارہ نہیں ہے کوئی انتہا نہیں ہے کہیں کمی نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ علیم ہے جانتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں ملے گا۔ انہی کو دے گا جو صدق دل سے خلوص سے اس کی بارگاہ میں اپنی جان نچھاور کرنا چاہیں۔

میرے بھائی اللہ پیدا کرتا ہے اللہ مارتا ہے کوئی روک سکتا ہے اس کے حکم کو؟ یہ سلاطین و امراء کو مارتا ہے بڑے بڑے طاقتوروں کو موت دے دیتا ہے کوئی نہیں روکتا۔ انسانی زندگی انسانی وجود انسانی روح کا بھی وہ خالق ہے اسے اس کی ضرورت تو نہیں لیکن جب کسی سے بہت راضی ہوتا ہے بہت خوش ہوتا ہے تو اپنی دی ہوئی نعمتیں اسے بطور تحفہ قبول کرتا ہے کسی سے وقت، کسی سے مال، کسی سے جان قبول کر لیتا ہے اور یہ اس کا کرم ہوتا ہے۔ اس کا احسان ہوتا ہے کہ اسے ضرورت نہیں ہے نہ ہماری باتوں کی نہ ہمارے وقت کی نہ ہماری عبادت کی نہ ہمارے کردار کی نہ ہمارے مال کی نہ ہماری جان کی وہ ان چیزوں کا خالق ہے اور اپنی بارگاہ سے لٹاتا ہے اور ایسے لٹاتا ہے اس نے کتوں کو بھی جان دی ہے حیوانوں کو بھی دی ہے کافروں کو بھی دی ہے اس نے بے دینوں کو بھی کافروں کو بھی اور منکروں کو بھی دیا ہے صحت اولاد اوقات بولنے کی طاقت اور تقریر کی قوت اس نے۔ بے دینوں کو اپنی بارگاہ سے لٹا رہا ہے یہ چیزیں وہ۔ لیکن جب کسی پہ بہت کریم اور بہت مہربان ہوتا ہے تو پھر اس سے یہ چیزیں تحفے میں لے لیتا ہے اور یہ قابل فخر ہو گا میدان حشر میں اس بندے کے لئے کہ مجھ سے اللہ نے میری بات کرنے کی قوت قبول فرمائی اور میں اس کے لئے بات کرتا رہا۔ میں نے اللہ کی راہ میں حلال رزق کمایا محنت سے کمایا اور اللہ نے مجھ سے مال قبول کیا اب کوئی کہہ دے گا ارے بھائی تو کیا کہتا ہے اپنی تو جان ہی اس نے قبول کر لی اس کی تو کیا بات کرتا ہے ہماری توجیات ہی اس نے قبول فرما لی پھر ہم نے نچھاور کر دی تو فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ اس کا احسان ہے اور جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے **وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ** وہ بہت وسعت والا ہے ایسی کروڑوں مخلوقیں پیدا کر کے ان سب پر احسان فرما دے تو اس کی رحمت میں کمی نہیں آتی اس کی رحمت کم نہیں ہوتی لیکن وہ علیم ہے وہ جانتا ہے۔

نزول قرآن کا یہ مہینہ برکات کا مہینہ ہے اور مومنین کے ذہن کلام الہی کو قبول کرنے کے لئے چھوٹے موٹے رسالے میں اخبار میں بھی پڑھ لیں گے لیکن یہ باتیں شاید

کہیں اور نہ ملیں۔ ایسی جماعت جو آپ پر اسلام نافذ کرتی ہے بنیاد ہے یہ۔ کہ جسے اللہ پسند کرتا ہے پہلے اس کے کردار میں اس کی سوچوں میں اس کے لباس میں اس کے ملنے اٹھنے بیٹھنے میں خود رچ بس جاتا ہے اس بندے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کس کا بندہ ہے آپ کو پتہ ہے نا کہ فوج کا پولیس کا مختلف کارخانوں کا محکموں کا آپ بندہ دیکھیں تو اس کی وردی اس کی ٹوپی اس کا بیج جو لگا ہوتا ہے وہ نیم پلیٹ وہ بتا دیتی ہے کہ فلاں شعبے کا بندہ ہے اسی طرح مسلمان کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ کس بارگاہ کا غلام ہے اس کا حلیہ اس کی بول چال کردار اس کے لین دین اس کے معاملات اس کے اخلاق یہ بتاتے ہیں کہ یہ کس کا بندہ ہے اللہ کریم خود رچ بس جاتا ہے اس میں۔ پھر فرمایا' مومنین کے لئے تو بڑے منکسر المزاج ہوتے ہیں لیکن کافروں کے مقابلے میں بڑے سخت۔

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ کافروں کے لئے بڑے سخت ہوتے ہیں اور **يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔** اس بات پہ بس نہیں کرتے کہ ہم نے نماز پڑھی تسبیح لی گوشے میں چلے گئے نہیں میدان عمل میں اسلام کا غلبہ ثابت کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں زبانی مالی عملی قولی فعلی **يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔** اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ **وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔** اور اس میں کسی طعنے دینے والے کے طعنوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ۔ یہ دیکھ لو تمہارا دوست صرف اللہ ہے کوئی باطل طاقت کوئی طاغوتی طاقت کوئی مقتدر قوم کوئی حکمران کوئی شہنشاہ تمہارا دوست نہیں ہے شہنشاہوں کی شہنشاہیت کو تم سے خطرہ محسوس ہو گا۔ کافر کے اقتدار کو تم سے خطرہ محسوس ہو گا۔ وہ تمہارے ساتھ دوستی نہیں کرے گا۔ تمہارا دوست ہے اللہ **انما** سے مقید کیا ہے اسے حصر کیا ہے کہ یہ بہت پکی بات ہے کہ تمہارا دوست اللہ ہے **اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ** تمہارا دوست اللہ ہے۔ **وَرَسُوْلُهٗ** تمہارا دوست ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور وہ مسلمان تمہارے دوست ہیں **الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ۔** وہ مسلمان جنہوں نے اپنے اوپر اسلام نافذ کر لیا وہ تمہارے دوست۔ وہ مسلمان بھی تمہارے دوست نہیں جو کہتے ہیں مسلمان ہیں لیکن اسلام پر عمل نہیں کرتے ان پر بھی بھروسہ نہ کرنا۔ فرمایا **اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ۔** اللہ خود تمہارا دوست ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دوست ہیں اور وہ مسلمان وہ مومن تمہارے دوست ہیں جنہوں نے اپنے اوپر نافذ کر لیا ہوا ہے جو اسلام پر عمل کرتا ہے اور کہتا ہے مسلمان ہوں اس پر بھی امید نہ رکھو اس پر بھی بھروسہ نہ کرو وہ تمہارا دوست نہیں ہے تمہارا دوست وہ مومن ہے جو نماز قائم کرتا ہے زکوۃ ادا کرتا ہے اور رکوع و سجود عبادات اور شریعت پر عمل کرتا ہے اب اگر تمہیں یہ فکر ہو کہ اس طرح تو بڑے لوگ رہ جائیں گے تو فرمایا لوگوں کی پرواہ نہ کرو۔

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ۔ لوگوں کی ضرورت نہیں ہے تمہارے ساتھ یہ جو دو فریق ہیں نا ایک رب کریم اور ایک اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ دو کافی ہیں تمہیں اللہ قادر ہے ہر چیز پر اور اللہ کے اور تمہارے درمیان رابطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں یا پھر وہ چند مومن **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔** اللہ کی جماعت کو کبھی شکست نہیں ہو گی۔ فتح تمہاری ہی ہے غلبہ تمہیں ہو گا۔ فاتح وہی جماعت ہو گی جو محض اللہ کے لئے میدان عمل میں نکلے گی اور وہ لوگ ہوں گے جو اپنے وجود پر اپنی ذات پر اپنے آپ پر اسلام نافذ کریں گے اور پھر اس ایک وجود پر نافذ کر کے بے فکر نہیں ہو جائیں گے میدان عمل میں جہاد کر کے غیر اسلامی تعلیمات کو غیر اسلامی قوانین کو اکھاڑ کر پھینک دیں گے۔

اور یاد رکھئے اسلام کا کفر کے ساتھ عقیدے اور عمل میں سمجھوتہ نہیں ہوتا کہ بندہ مسلمان بھی رہے اور تھوڑا تھوڑا کافر بھی رہے یہ نہیں ہوتا وہ جو تھوڑا تھوڑا کافر ہو گا۔ وہ بھی کافر ہی ہو گا۔ چھوٹا کافر سہی لیکن ہو گا کافر ہی مومن نہیں ہو سکتا مومن خالص اور کھرا ہی ہو گا ایمان میں یہ گنجائش نہیں ہے اور اللہ کریم نے اس وقت جو بھی جو ابتلا و آزمائش ڈال دی ہے مسلمانوں پر یہ اتنی کٹھن گھڑی ہے کہ میں نے روئے زمین میں پھر کر دیکھا ہے وہ عجم ہوں یا عرب مغرب ہو یا مشرق پوری دنیا میں آپ کو اگر بہترین مسلمان نظر آئیں گے۔ تو وہ یہ ملک ہے یہ روز ڈاکے ڈالتے ہیں قتل کرتے ہیں بدکاری کرتے ہیں بے شمار جرائم کرتے ہیں اس کے باوجود میں نے جو میرا ذاتی مشاہدہ ہے میں نے جاپان سے لے کر امریکہ کی مغربی حدود تک اور چین سے لے کر افریقہ تک کا سفر کیا پوری دنیا میں سب سے اچھے مسلمان اسلامی علم کے جاننے والے علماء بھی اور اسلام پر عمل کرنے والے مسلمان بھی سب سے بہتر اس ملک میں ہیں باقی سب ان سے پیچھے ہیں اب جو اس ملک میں سب سے اچھے مسلمان ہیں ان پر بھی غیر مسلموں کی حکومت ہے طریق انتخاب غیر اسلامی ہے حکومت کا سارا نظام غیر اسلامی ہے سارا نظام ملک کا بنکنگ سسٹم سارا سودی ہے اور سارا عدالتی نظام غیر اسلامی ہے تو جو ہم سے بھی پیچھے ہیں ان کا کیا حال ہو گا۔ یعنی جب ہم جہاں اس ملک میں دینی علم رکھنے والے لوگ بھی زیادہ ہیں اور دین پر عمل کرنے والے لوگ بھی زیادہ ہیں وہاں یہ حال ہے۔

دنیا کی ذلیل ترین قوم کمزور ترین قوم جو کتاب اللہ میں ارشاد ہوتی ہے وہ یہودی ہیں اور اللہ نے ان پر سزا مسلط کر دی تھی اور انہیں فرمایا تھا کہ تم دنیا میں کبھی حکومت نہیں کر سکو گے ہاں کبھی کوئی وقت تمہیں ملا کسی دوسرے کے کندھے پہ بندوق رکھ کر شاید تم بھی چند دن کھڑے رہ سکو اور وہ بات دیکھ لو اسرائیل آج بھی امریکہ کی چھاؤنی ہے اس کے کندھے پہ بندوق رکھ کے کھڑا ہے اپنی اسرائیل کی کوئی جرات نہیں ہے کہ چند گھنٹے بھی کھڑا رہ سکے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں سے قبلہ اول اس نے چھین رکھا ہے وہ بیت المقدس جس کی فتح کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنفس نفیس تشریف لے گئے تھے مدینہ منورہ سے وہ بیت المقدس جو دنیا بھر کی عیسائی شہنشاہوں سے لڑ کر صلاح الدین ایوبی نے آزاد کرا لیا۔ وہ یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ عالم اسلام کی مساجد میں لوگ گھوڑے باندھتے ہیں ہندوستان میں روز مساجد گرا دی جاتی ہیں اور آپ کے اس ملک میں بے شمار مساجد ویران ہوتی ہیں۔ اگر دین کی عظمت کا یہ حال ہے اور ہم میدان عمل میں نہیں نکلتے تو کس برتے پر ہم دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کس برتے پر ہم حوروں کے قصے چھیڑتے ہیں اور کس امید پہ جنت کی باتیں ہوتی ہیں۔

یعنی جتنا کٹھن لمحہ اس وقت اسلام پر ہے آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں ان باتوں کے کہنے کی ضرورت تو نہیں ہوتی لیکن کیا حال ہے ہمارا میں آپ کو بتا دوں۔ کہ سعودی حکومت کا جو سرمایہ امریکہ میں جمع ہے اس پر پندرہ فیصد سالانہ انہیں سود ملتا ہے وہ سود ساری حکومت کا سال کا بجٹ چلاتا ہے اور اس میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور بیت اللہ شریف کے اہتمام بھی ہیں اور مدینہ یونیورسٹی بھی۔ پورا نظام امریکہ کے سود پر چلتا ہے۔ اب اس سے زیادہ اور ذلت و رسوائی کیا ہو گی۔

اب اس نیو ورلڈ آرڈر کا جو پہلا وار ہوا مشرق وسطیٰ پر اس میں امریکہ بہادر نے تمام عرب ریاستوں پر اپنی سرپرستی کا ہاتھ رکھا ان کا دفاع ان کا خزانہ ان کی منصوبہ بندی تو امریکہ کے پاس ہے ہی آپ اب جب مکہ مکرمہ جاتے ہیں تو جو پلانٹ لگا ہوا ہے نامرغ ذبح کرنے کا اس کے آپریٹر بھی امریکی ہیں اور وہ مشینیں ذبح کرتی ہیں جو بازار میں ملتے ہیں تو ان میں ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹیپ مشین میں لگا دی جاتی ہے ٹیپ اللہ اکبر اللہ اکبر کرتی رہتی ہے اور مشین لاکھوں مرغے کاٹتی چلی جاتی ہے تو میں جب

وہاں تھا تو ایک ساتھی نے بتایا کہ جی ہم وہاں کام کرتے ہیں تو وہ ٹیپ تو خراب ہو گئی ایک امریکن نے کہا کہ دوسری ٹیپ تو کل آئے گی آج گوشت کہاں سے پورا ہو؟ بغیر ٹیپ کے کاٹتے جاؤ تو میں نے کہا یار ٹیپ بجنے سے ویسے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا خراب ہو گئی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا حرام تو ویسے ہی ہے جھٹکا ہی کرتے ہیں وہ۔ یہ حال حرم بیت اللہ میں اور ارض مقدس میں اور اس مکرم شہر میں ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توسیع ہوئی میرے پاس ثبوت ہے اس بات کا کہ یورپین کو دکھانے کے لئے جب رات کو عشاء کے وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بند ہو گئی تو چالیس بندے ان کی ٹیلی ویژن ٹیم کے آئے جو چالیس یہودی تھے اور جرمن کے رہنے والے تھے اور ان کے پاس چالیس کیمرے تھے ٹیم کے ارکان زیادہ تھے چالیس کیمرہ مین تھے پوری مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کھولی گئی اور وہ یہودی جوتوں سمیت ساری مسجد میں کیمرے لے کر گئے روضہ اطہر کے اندر جوتوں سمیت گئے مسلمانوں کے لئے بند تھی اور انہوں نے سارے وہ کیمرے سے تصویریں بنائیں وہ ٹیپ ہو کر کیسٹیں بنا کر لے گئے صرف یہ دکھانے کے لئے کہ ہم نے یہ یہ تعمیر کی ہے۔ یہ حال آپ کے کعبتہ اللہ کا اور روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اگر ہم اس کا دفاع نہیں کر سکتے تو کس منہ سے ہم نفلیں پڑھتے ہیں کیا حاصل ہو گیا ہمیں ان جمعے پڑھنے سے اور روزے رکھنے سے کیا فائدہ ہو گا بھوکا پیاسا مرنے سے کیا حاصل ہو گا تسبیحات سے۔ اور کس برتے پہ حوریں نصیب ہوں گی ان لوگوں کو پانچ پانچ سو اور پانچ پانچ ہزار کسی لئے گنتے رہتے ہیں تسبیح کے دانوں پر کہ اتنی حوریں ملیں گی اور اتنی نہروں میں غوطے لگائیں گے اور اتنا دودھ ملے گا کہاں ملے گا۔ کس کو ملے گا کس بات پہ ملے گا۔ کرتے کیا ہیں ہم ارے کچھ نہیں کر سکتے تو غیرت ہی کر لیں۔ کس کو ملے گا کس بات پہ ملے گا۔ وہ ہمارا یہاں کا جو نظام ہے ہم آپس میں لڑتے بھڑتے رہتے ہیں جاہل انپڑھ لوگ ہیں تو ہمارا ایک مقولہ ہے کہ دشمن سے اگر بگاڑ نہیں سکتے تو اپنا منہ ٹیڑھا کر کے تو گزرو اسے یہ تو پتہ ہو کہ یہ بندہ مجھ سے خفا ہے اتنا بھی نہیں کر سکتے ہم تو خفا کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ مغرب کو یورپ کو امریکہ کو ہماری غلامی کا یقین آ جائے بس۔ ہمارے سیاست دان ہماری سیاسی جماعتیں دینی سیاسی جماعتیں بھی انہی کی کاسہ لیس ہیں بڑا تیر مارتے ہیں ہمارے علماء سعودی عرب سے فنڈ لے لیتے ہیں ارے جو امریکہ کا سود کعبہ پہ لگا رہے ہیں تمہیں حلال دیتے ہیں۔ یہ تمہاری مساجد بھی اس سود سے بنتی ہیں جو امریکہ کے اس سعودی فنڈ سے بنتی ہے اور جتنے یہ مدارس چلا رہے ہو سعودیہ سے پیسے لے کر یہ سارا سود ہے حرام ہے۔ خود سود کھاتے ہیں آپ کو کیسے حلال دیتے ہیں۔

خدا کے لئے اپنی فکر کرو اللہ کے دین کو کچھ نہیں ہو گا۔ انتہا ہو چکی ہے اللہ کریم یقیناً" کسی قوم کو کسی طبقے کو توفیق دیں گے ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور رسوائی حد کو پہنچ چکی ہے اس قوم کی یعنی جب اس کے معابد ہندو اس کی مسجد گرا دیتا ہے یار کبھی کبھی کسی کے ذہن میں آسکتی ہے بات کہ ہندوستان کا ہندو مسلمانوں کی مسجد گرا دے۔ ہے کوئی عقل کی بات یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے یعنی ہم اتنے ذلیل ہو گئے؟

آج آرام سے ہندو بھی اٹھتا ہے مسجد گرا دیتا ہے اور ہمیں کہتا ہے مسجد نہیں ہے مندر بناؤں گا اور مسلمان مسلمانوں پہ کفر کے فتوے لگاتے ہیں انہیں طعنے دیتے ہیں فرقہ بندیوں میں بانٹتے ہیں گروہوں میں بانٹتے ہیں اپنی پیری مریدیاں چمکاتے ہیں نذرانے جمع کرتے ہیں شرینیاں لیتے ہیں چندے کرتے ہیں۔ انہیں خدا کا خوف بھی نہیں آتا۔ رات رات بھر دن دن بھر مساجد کے لاؤڈ سپیکر گونج رہے ہیں دے جاؤ پیسے دے جاؤ۔ ظالموں او بدمعاشو! جس کے گھر بیٹھے ہو اسی سے مانگ لو۔ مسجد میں بیٹھ کر گدا گرنا ویسے شرعاً" حرام ہے کہ اللہ کے گھر بیٹھ کر غیراللہ سے نہ مانگا جائے ویسے حرام ہے شرعاً"۔ اب مساجد ہی گداگری کے اڈے بن

گئے۔

اس حال میں روزہ بھی میری سمجھ کے مطابق اس کا ہے جو یہ طے کر لے کہ مجھے صرف روزہ رکھنا نہیں ہے بلکہ روزے کو روئے زمین پر منوانا ہے کہ یہ صحیح طریق حیات ہے۔ صرف نمازیں پڑھنا نہیں ہیں بلکہ نمازوں کی عظمت کو بھی تسلیم کروانا ہے باطل نظام کے مقابلے میں نظام اسلام کو نافذ کرنا ہے کم از کم ہم اپنے ملک سے تو کفر کو نکالیں۔ چند بے دین بدمعاش بدکار شرابی اور عیاش لوگ اس ملک کی تقدیر پہ قابض ہیں۔

اس حال کو جب ہم نے قبول کر رکھا ہے تو ہم نماز پڑھیں گے تو کیا فائدہ ہو گا نہیں پڑھیں گے تو کیا بگڑے گا۔ تو جو رہتا ہی گندے نالے میں ہے وہ نہا لے ڈبکی لگا لے تو پاک ہو جائے گا؟ غلاظت میں رہنے والا نہائے گا کیا اور پاک کیا ہو گا وہ کھائے گا کیا ہم تو جی اس گندے نالے میں رہتے ہیں جو غلاظت ہے ساری۔ یہ سارا کفر ہے یہ نظام کافرانہ ہے یہ سارے الیکشن کافرانہ نظام کے تابع ہو رہے ہیں یہ سارا بنکنگ نظام کافرانہ ہے حکومت کا سارا سسٹم غیر اسلامی ساری عدلیہ غیر اسلامی اور کافرانہ نظام ہے اگر ہم اس کو بدل نہیں سکتے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں بڑی سیدھی سادہ سی بات ہے اور شائد اللہ کرے مسلمانوں کو رمضان کی برکت سے اس ایت کا مفہوم سمجھ آجائے۔

یہ عجیب قوم ہے جب کھانے پینے کی بات آتی ہے تو اپنے لئے پڑھتے ہیں جب جان دینے کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں وہ بزرگوں کے لئے یہ آیتیں تھیں۔ یہ ایت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے نازل ہوئی تھی جب جان دینے کی باری آتی ہے نا تو ہم کہتے ہیں یہ بزرگوں کے لئے یہ فلاں صحابی کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ تو میرے بھائی نجات دینا یہ اللہ کا کام ہے اور وہ بڑا کریم ہے میری اور آپ کی ہمت پر نہیں ہے ہمیں صرف یہ منہ لے کر جانا ہے اس کی بارگاہ میں کہ ہم اس کی ذات کی رضا کے لئے کیا کر سکتے ہیں اپنا اپنا محاسبہ کیجئے اپنی اپنی جمع تفریق کیجئے کہ ہم کیا کھو رہے ہیں اور کیا پا رہے ہیں۔ رمضان المبارک کے آنے سے ہماری سوچوں میں ہمارے ضمیر میں ہمارے کردار میں کیا مثبت تبدیلی آئی۔ اگر آئی ہے الحمدللہ نہیں آئی تو لاؤ شاید اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو بڑا لمبا عرصہ ہے ایک سال بعد کون ہو گا کون نہیں ہو گا رمضان میں مزاج نرم ہوتے ہیں لوہا گرم ہوتا ہے موڑا جا سکتا ہے خود کو اور موقع ہے اور اللہ کی قبولیت عام ہے کوئی بھی پکارے تو اس کی قبولیت اس کا انتظار کر رہی ہے رمضان سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے آپ کو بدل لو ایک الگ انسان بن جاؤ ایک مجاہد ایک غازی ایک چلتا پھرتا شہید۔ اسلام کو زندہ شہیدوں کی ضرورت ہے اس وقت ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو زندگی کے طلبگار ہیں اب اسلام پر وہ وقت ہے اسے ان لوگوں کی ضرورت ہے جو اپنی جان دینا چاہتے ہیں اپنے آپ کو بدلو چلتے پھرتے کھاتے پیتے زندہ شہید بن جاؤ۔ موت کو تلاش کرو آج موقعہ ہے سودا کر لو یہ جان جانی ہے ایک دن ویسے بھی چلی جائے گی اللہ کی راہ میں لگتی ہے تو بڑی قیمت پاجائے گی۔ ویسے جائے گی تو مفت میں جائے گی۔ اللہ کریم ہمیں توفیق دے اور یہ باتیں چھوڑ دو کہ ہم نے بنیاد رکھ دی بنیادیں رکھتے رکھتے لوگوں کو صدیاں بیت گئیں کوئی شے نہیں ہوتی بنیاد۔ بنیاد میں کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟ آپ مکان کی بنیاد رکھ دیں اس میں آپ کے بچے زندہ رہ سکیں گے؟ پورا مکان بناؤ۔ پوری تبدیلی لاؤ۔ لا کر دکھاؤ کہ یہ اس ملک پر اللہ کا دین نافذ ہے تب بات بنے گی بنیادیں تو دس سال تک ضیاالحق مرحوم بھی رکھتے رہے اکھیڑنے والوں نے آتے ہی اکھیڑ دیں۔ اس بنیاد کا کیا بنا کوئی بنیاد شنیاد نہیں ہے سیدھا سیدھا کام ہے۔

پہلے اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کرو اگر نہیں کر سکتے تو کچھ نہیں کر سکو گے قابل بھروسہ نہیں اور اللہ فرماتا ہے جو اپنی ذات پر اسلام کو نافذ نہیں کرتا اس کا اعتبار نہ کرنا وہ تمہارا دوست اور ساتھی بھی نہیں ہے اور پھر میدان عمل میں کھڑے ہو کر کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے کہو

اقامت الصلوٰۃ

مولانا محمد اکرم اعوان

ہماری جو سوچ ہے وہ یہ ہے کہ یہ عبادات ایک زائد بوجھ ہیں ہم پر معاذ اللہ۔ یا کوئی بیکار قسم کی چیز ہے جو قبول اسلام کے جرم کی ایک طرح سے سزا دی جا رہی ہے۔ ایک رائے یہ ہے جو اس سے ذرہ ہلکی ہے وہ یہ ہے کہ یہ امتحان ہے یہ آزمائش ہے اور اس میں پرکھ ہے کہ کون بندہ کیسی اطاعت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ آزمائش اس لئے ہے کہ یہ ادھاری مشقت ہے ایسی مزدوری ہے جس کی اجرت ادھار ہے نقد نہیں ہے۔ اس لئے یہ بہت بڑا امتحان ہے قرآن حکیم میں جو فلسفہ عبادت کا ارشاد ہوتا ہے وہ ان سب باتوں کی نفی کر دیتا ہے۔

قرآن حکیم کا فلسفہ عبادت جو ہے وہ یہ ہے کہ عبادت الٰہی انسان کی ضرورت ہے جس طرح غذا انسان کی ضرورت ہے جس طرح ہوا انسان کی ضرورت ہے جس طرح دوا انسان کی ضرورت ہے اسی طرح اللہ کی عبادت جو ہے وہ بھی انسان کی ان سب چیزوں سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ غذا کے بغیر ہوا کے بغیر دوا کے بغیر انسان کا جسم فنا ہو جاتا ہے۔ موت سے آشنا ہوتا ہے اس پر موت مسلط ہوتی ہے وہ بکھر جاتا ہے۔

اور عبادت چھوٹ جائے یا عبادت ترک ہو جائے یا عبادت سے محروم ہو جائے تو اس کی روح تباہ ہو جاتی ہے اور اس پر موت وارد ہو جاتی ہے اور روح کی موت رحمت الٰہی سے محرومی ہے۔ گویا رحمت سے محروم رہ کر وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ رب جلیل نے ایمان پر اس سارے فلسفے کی بنیاد کو رکھا ہے۔ چونکہ یہ ساری ضرورت آدمی تب قبول کرے گا جب اس کا ایمان درست ہو گا۔ اور اسے یہ یقین ہو گا کہ قیامت قائم ہو گی انصاف کیا جائے گا۔ اعمال پرکھے جائیں گے خلوص کو جانچا جائے گا اور یہ دیکھا جائے گا کہ کسی نے کتنا مجاہدہ کیا۔ کس کی روح میں کس قدر استعداد ہے اس نے زندگی میں کتنی اپنے سجدوں سے، اکل حلال سے، اتباع شریعت سے، کتنی ان سے نورانیت بخشی، کتنی صفائی بخشی، کتنی جلا بخشی، کتنا اسے پالش کیا اور کس قدر غفلت برتی اس کے سنوارنے میں، اسے درست کرنے میں، اس کی اصلاح میں کیا وہ کسی سزا سے یا کسی مشقت سے یا کسی نئی بھٹی میں ڈال کر اسے گرم وغیرہ کر کے اسے درست کیا جا سکتا ہے یا وہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ اسے ردی میں پھینک دیا جائے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ یہ قرآن کی باتیں ہیں اور ایک ایسی کتاب کی باتیں ہیں جو بات کو ڈھکا چھپا نہیں رہنے دیتی ظاہر و باطن کھول کر بیان کر دیتی ہے کوئی اس میں غلط فہمی نہیں رہ جاتی کوئی الجھاؤ نہیں رہ جاتا کوئی ایسی بات نہیں رہ جاتی جو انسان سمجھ

نہ سکتا ہو۔ اس کی خصوصیت یہ ہے

هُدًى۔ یہ رہنما بھی ہے رہبر بھی ہے ساری انسانیت کے لئے رہنما ہے اور جو اس کے پیچھے چلنا شروع کر دیں اس کی رہبر بھی ہے۔ **وَّبُشْرٰى**۔ اور یہ ایسی یقینی باتیں کرتی ہے کہ جو اس پر ایمان لے آئے۔ **لِلْمُؤْمِنِيْنَ**۔ جو اس کی بات کو مان لے اور اس کو اپنے لائحہ عمل پہ نافذ کر لے اور اپنے عقائد و اعمال کو اس کے مطابق ڈھال لے یہ اسے یہیں دنیا میں نتائج کی خوشخبری کامیابی کی اطلاع یہیں دے دیتی ہے۔ کون ہیں وہ خوش قسمت لوگ جنہیں یہ کامیابی کی اطلاع دیتی ہے یا جو اس پر یقین رکھتے ہیں یا جو وہ مومن کہلانے کے مستحق ہیں یا جو اس معیار پہ پورے اترتے ہیں جو معیار ایمان قرآن مطالبہ کرتا ہے۔ فرمایا۔

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ ایسے لوگ جو عبادات کو قائم کرتے ہیں اقامت صلوۃ ہوتی ہے کہ نماز یا عبادت کے لئے جتنی ضرورتیں ہوں ان ضرورتوں کا خیال رکھا جائے نہ صرف نفس عبادت کا نہ صرف ارکان عبادت کا بلکہ اس کے ساتھ جتنی ضرورتیں منسلک ہوتی چلی جائیں مثلاً اوقات نماز کا باجماعت نماز کا لباس کی پاکیزگی کا رخ کی صحت کا پھر اس کی ترویج کا دوسروں کو اس کے متعلق بتانے کا اس کی اہمیت کو بیان کرنے کا اپنے گھر میں بیوی بچوں کو اس کے متعلق سمجھانے کا پھر اس میں وہ خشوع و خضوع' کیفیات قلبی قائم اور پیدا کرنے کا اہتمام کیا جائے کہ ہر ہر سجدے سے کچھ حاصل ہو روحانی قوت روحانی استعداد اور روحانی اور قلبی کیفیات میں اضافہ ہو چونکہ جتنا قرب الٰہی سجدے میں نصیب ہوتا ہے دوسری کوئی حالت ایسی نہیں کہ اس میں اس قدر قرب الٰہی نصیب ہے تو جب ہم پہلو دیکھیں ہم کاروبار کرتے ہیں اس کی کتنی جہتیں ہیں سرمایہ جمع کرنا سرمائے کو انوسٹ کرنا پھر اس کے لئے مارکیٹ اور منڈی کو تلاش کرنا پھر یہ جستجو کرنا کہ میں کون سا کام کروں کون سے کاروبار میں زیادہ منافع آئے گا کون سی چیز کی کمی ہے کس چیز کی مانگ زیادہ ہے یا کس چیز کا آج کل کاروبار بڑھ رہا ہے کس کا سمت رہا ہے یہ سارے **مَالَہٗ وَ مَا عَلَيْہِ** ہم دیکھتے ہیں کن لوگوں سے خریدوں کہ وہ میرے ساتھ دھوکا نہ کریں کن لوگوں پہ بیچوں کہ وہ میرے پیسے نہ کھا جائیں اور پھر ہم علی الصبح کھڑے ہوتے ہیں اس کاؤنٹر پر اور رات گئے تک اس میں ہمیں کوئی تھکاوٹ بھی نہیں ہوتی تو جب رات کو چند لمحے آرام کرنے آتے ہیں تو وہ بھی انگلیوں پہ گن رہے ہوتے ہیں کہ فلاں کام رہ گیا فلاں کرنا تھا فلاں کرنا تھا تب جا کر وہ کام کسی حد تک کسی قابل ہوتا ہے اور وہ بھی سب کا نہیں۔

مگر عبادات تو روح کی تربیت' دائمی زندگی کا سودا' اللہ سے تعلقات کا معاملہ' ایمان بالاخرت کی بات' دائمی اور ابدی راحتوں کی خرید ہے اب اسے ہم اگر یونہی وقت گزاری کے لئے کرتے ہیں کہ جی چلو ٹوٹل پورا کر لیں۔ ہو گئی۔ پڑھی گئی۔ بس ٹھیک ہے۔ کوئی ٹھیک ہے کوئی غلط ہے۔ عجیب بات ہے حیرت ہوتی ہے کہ ہم نے زندگی بھر کبھی اتنی فکر بھی نہیں کی نماز کے لئے کہ جو میں نے نماز کی عبارت یاد کی ہے کیا اس کا تلفظ درست ہے بچپن میں کسی بزرگ نے' والدہ نے' دادی نے' باپ نے' بھائی نے' استاد نے یاد کرا دی زبان اپنی بھی صحیح نہیں تھی تلفظ نہیں آتا تھا جو غلط یا صحیح یاد ہو گئی سو ہو گئی۔

اب آپ اپنے اردگرد بڑے بڑے نمازیوں کو دیکھ لیں عمر بیت گئی نماز پڑھتے اس کا ترجمہ اور مفہوم تک بھی نہیں آتا ہم اتنے عرصے سے رب العلمین کی بارگاہ میں کہتے کیا ہیں کیوں نہیں آتا آخر ایک آدمی سے کہو کہ فلاں جگہ پر کھڑے ہو کر یہ بات کہہ دو فلاں چوک میں کہہ دو۔ کسی آدمی سے نہ کہو۔ کسی چوک میں کھڑے ہو کر کہہ دو۔ تو وہ کہے گا کیوں کہہ دوں۔ اس کی اصل کیا ہے۔ اس کا معنی کیا ہے یہ بات اچھی ہے یا خراب ہے۔ سننے والے کیا کہیں گے۔ مجھے کچھ بتاؤ میں کیسے کہہ دوں۔ تو اگر ہماری اقامت صلوۃ والی بات ہو تو ان سب چیزوں کی طرف توجہ جائے نا سب کی طرف خیال جائے کہ بھئی اس کو تم اس طرح سے

کریں کہ ہمیں خبر ہو کہ کیا کر رہے ہو کس کے حضور کر رہے ہو اور اس سے ہمیں کیا حاصل ہو گا۔ اور جو حاصل ہونا چاہئے کیا وہ ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔ چونکہ ایمان لانا کوئی جرم تو نہیں ہے ایمان لانا مسلمان ہونا کوئی گناہ تو نہیں ہے کہ اس کی سزا دی جا رہی ہے یہ تو ایک سعادت تھی جس پر انعام دیا جانا چاہئے تھا یہ واقعی انعام دیا گیا اور اتنا بڑا انعام کہ ہر وہ فرد و بشر جو ایمان قبول کرتا ہے وہ براہ راست رب العلمین کے حضور سر بسجود ہوتا ہے براہ راست اپنی گذارشات اللہ کے حضور پیش کرتا ہے براہ راست اپنی ذاتی حاضری لگواتا ہے یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔

اب دیکھئے میں آپ سے بات کر رہا ہوں آپ میری بات سن رہے ہیں دونوں پر اثر ہو گا جو کیفیات آپ کے قلوب میں ہیں مجھے متاثر کریں گی۔ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ آپ کو متاثر کرے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دونوں خالی۔ دونوں پر اثر ہو گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ منفی ہوتا ہے یا مثبت ہو اگر میرے دل میں مثبت کیفیات ہیں آپ پر مثبت اثر ہو گا اگر میرے دل میں معاذ اللہ منفی کیفیات ہیں آپ پر منفی اثر ہو گا آپ گھنٹہ تقریر سنتے رہیں گے اور بے لطف ہو کر اٹھ جائیں گے کہیں گے یار ایک گھنٹہ ضائع کر دیا۔

لیکن ایسا بھی ہوتا ہے دیکھیں یہ منصور بیٹھے ہیں یہ اردو نہیں سمجھتے اسے ایک لفظ سمجھ نہیں آتا اس شخص نے کہا کیا ہے لیکن اسے تقریر میں لذت آتی ہے اسے صرف وہ محسوس ہوتا ہے جو کیفیات دل سے دل کو جاتی ہیں اسے صرف وہ لذت محسوس ہوتی ہے یہ نہیں سمجھتا اردو۔ انگریزی بھی تھوڑی سمجھتا ہے اور اردو تو سرے سے جانتا بھی نہیں تو وہ کیوں گھنٹہ تقریر سنتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک کیفیت ہے اسے وہ لذت دی جاتی ہے اسی پہ بیٹھا ہے۔

اب سرے بازار جلسہ ہوتا ہے ہم تقریر کرتے ہیں پبلک جلسے میں دین بھی بیان کیا جائے تو تین تین چار چار دن ایک جلسے کے بعد بعض اوقات ہفتہ ہفتہ مشاہدات بند رہتے ہیں اس قدر قلب پر ظلمت آ جاتی ہے۔ وہ ساری انسانی قلوب کی ہوتی ہے چونکہ اس کیفیت کو اس بات سے غرض نہیں کہ آپ دین بیان کر رہے ہیں یا آپ گانا گا رہے ہیں۔ دل دل کے روبرو ہیں وہ ایک دوسرے سے متاثر ہوں گے جو کچھ دلوں میں ہے وہ تاثر ہو گا اگر آدمی کی کیفیت اس قدر ہے تو جو اللہ کے حضور سر بسجود ہوتا ہے اگر اس کی کوئی اپنی کیفیت ایسی نہیں کہ اس کی آہ کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچا سکے تو کیا اللہ کی ذات میں بھی اتنی قوت نہیں کہ اس کے دل کو متاثر کر سکے جس نے اس کی بارگاہ میں سر سجدے میں رکھ دیا ہے۔

یعنی ایک بات تو مانی جا سکتی ہے کہ میں نے بالغرض سجدہ کیا اور مجھ میں یہ طاقت نہ تھی کہ میری آہ اس کی بارگاہ تک پہنچتی میرے سجدے میں ریا تھی میرے سجدے میں تصنع تھا اس میں حضوری نہیں تھی یا میرا یقین ہی مستحکم نہیں تھا یا منافقانہ سجدہ کیا اللہ معاف فرمائے لیکن اللہ تو اللہ ہے اس کی ذات تو تغیر سے بالاتر ہے اس کی جو تجلیات ہیں اس کی جمال کی جو رعنائیاں ہیں اس کے جلال کی جو عظمتیں ہیں۔ سجدہ تو بڑے دور کی بات ہے مسجد میں جب آدمی قدم رکھتا ہے تو وہ فرماتا ہے اگر میرے ساتھ اس کا ایمان ہوتا۔ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ۔ تو مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ میں کس کے حضور جا رہا ہوں یہ خود اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرے جلال کو یہ مسجد کے باہر سے دیکھ لیتا ہے میں کس دربار میں داخل ہونے والا ہوں میں کہاں جا رہا ہوں کس کے حضور کھڑا ہونا ہے جب سجدہ کرتا ہے تو روبرو ہوتا ہے۔ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ۔ ایمان کے ساتھ یہ بات زیب نہیں دیتی کہ مسجد میں آدمی داخل ہو اور اس پر جلالت و عظمت الٰہی کی ہیبت نہ ہو اگر نہیں ہے تو اللہ فرماتا ہے پھر اس میں ایمان ہی نہیں ہے اس نے مجھے مانا ہی نہیں۔ اس کا میرے ساتھ تعلق نہیں ہے اگر یہ سجدہ کرتا ہے تو شکل سجدے کی ہے کیفیت سجدے کی نہیں

ہے۔ ایک کام کی شکل بنا لینا اور بات ہے اور وہ کام کر گزرنا اور بات ہے۔

محرم میں جگہ جگہ گھوڑوں پر سرخ رنگ لگا کر ان میں تیر بھی پرو دیئے گئے ہیں یہ اور بات ہے۔ میدان جنگ میں تیر سہنا یہ بالکل مختلف بات ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ اقامت صلوۃ کی ساری ضروریات پوری کر لے یہ صلوۃ کو نماز تو ہم زبردستی کہہ دیتے ہیں جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں صلوۃ کا عربی میں معنی تو دعا ہے اور چونکہ تمام عبادت کی سب سے اہم عبادت سب کی سرتاج نماز ہے اصل میں نماز جو ہے یہ ہمارا اسلامی لفظ نہیں ہے نماز مجوسیوں کی اس عبادت کو کہا جاتا تھا جو وہ آگ کے گردا گرد سالہا سال بیٹھ کر کرتے ہیں۔ مجوسیوں میں' آتش پرستوں میں ان کے عابدین پر وہت قسم کے لوگ یا راہب تارک الدنیا ان میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو برس ہا برس آگ کے گرد بیٹھے رہتے تھے جو کبھی اٹھتے نہیں تھے ان کا مسلسل بیٹھے رہنا ایک عمل تھا حلقہ بنا کر۔ اسے نماز کہا جاتا تھا۔ پھر یہ لفظ اسلام میں در آیا۔

جس طرح خدا ہمارا اپنا اسلامی لفظ نہیں ہے خدا آیا ہے عیسائیوں سے گاڈ God کا ترجمہ ہے گاڈ میں الوہیت نہیں ہے اور نہ توحید ہے یہ اللہ کا متبادل انہوں نے گاڈ تلاش کیا ہے چونکہ جب آپ اللہ کہتے ہیں تو وہ ایک ایسی اکائی ہے جو غیر منقسم ہے جب وہ گاڈ کہتے ہیں تو گاڈ کے ساتھ وہ اس کا بیٹا بھی مانتے ہیں اس کی بیوی بھی مانتے ہیں وہ تثلیث میں چلے جاتے یں گاڈ غیر منقسم نہیں ہے گاڈ کا ترجمہ خدا ہے اللہ کا کوئی ترجمہ نہیں اللہ ایسا لفظ ہے جو ہر زبان میں اللہ ہی ہے خواہ وہ عربی میں ہے عبرانی میں ہے کسی پہلی زبان میں تھا آج بھی کسی زبان میں ہر زبان میں الف لام ہ ہی رہا ہے ہر زبان میں ہر دور میں اور اس کا کوئی متبادل لفظ نہیں ہے اور کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس کے مفاہیم کو سمو سکے اس لئے آپ دیکھیں گے میں عموماً" احتیاط کرتا ہوں خدا لکھنے سے۔ چونکہ ہم ترجمہ متقدمین بزرگوں کا نقل کرتے ہیں تو اس میں خدا ہوتا ہے لیکن اسرار التنزیل کی اسرار المعارف کی جو عبارت ہوتی ہے اس میں میں کوشش کرتا ہوں کہ کہیں خدا نہ لکھا جائے اس لئے یہ ہمارا اپنا اسلامی لفظ نہیں ہے۔

اسی طرح نماز سے بھی مجھے ایک گونہ اچنبا ہوتا ہے لیکن بعض غلط الفاظ اتنے شدت سے رائج ہو جاتے ہیں کہ پھر ان کی وہی حیثیت مانی جاتی ہے اسے کہتے ہیں غلط العام ہونا ایک غلط اتنی عام ہو جائے تو پھر وہی اسی جگہ پر فٹ کر دی جاتی ہے۔

تو آپ نماز ہی کہہ لیجئے تو یہ چونکہ تمام طرح کی دعاؤں تمام طرح کی عبادات میں سب سے زیادہ اہم تھی اس لئے اسے صلوۃ کا مفہوم قرار دے دیا گیا یعنی دعاؤں کا یا عبادات کا مجموعی طور پر ایک نمونہ اور ماحاصل لفظ صلوۃ تمام ان عبادات کو محیط ہے جو ہم اللہ کی کرتے ہیں۔

اور اقامت صلوۃ کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنے کاروبار کے لئے کوشش کرتے ہیں جس طرح ہم دنیوی دوستی دشمنی میں ہم اپنا تحفظ کرتے ہیں آپ نے مجھے دیکھا میرے پاس بھی اسلحہ ہوتا ہے اسی لئے کہ اس معاشرے میں میرے دوست بھی ہیں دشمن بھی ہیں خیال ہوتا ہے اپنے تحفظ کا اگر اسی طرح مسلح رہا جائے اطاعت الہی کے لئے بھی اور نافرمانی کا دفاع کیا جائے جس طرح ہم اپنے وجود کا دفاع کرتے ہیں مختلف طرح کے اسلحوں کے ساتھ مختلف طرح کے باڈی گارڈز رکھ کر اس طرح دین کا اتباع کرنے کیلئے اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے علم کو بطور اسلحہ استعمال کیا جائے۔ بزرگان دین کو بطور دولت اور معاون کے اختیار کیا جائے اچھے نیک دوستوں کو باڈی گارڈز کی طرح رکھا جائے اور پوری کوشش اور محنت کی جائے کہ اللہ مجھے بچا لے مجھے اپنی نافرمانی سے جس طرح دنیاوی کاموں میں ہم کوشش کرتے ہیں میں دشمنوں کے ہاتھوں مارے جانے سے بچ جاؤں اس طرح دین میں جب ہم کوشش کریں کہ اللہ کی

نافرمانی سے بچ جاؤں تو یہ مفہوم ہو گا اقامت صلوۃ کا۔

میرے پاس قیمتی اسلحہ ہوتا ہے اللہ نے مجھے توفیق دی ہے میرے پاس لاکھوں روپے کی مالیت اسلحہ ہوتا ہے ایک آدمی نے تین سو کی ایک بارہ بور بندوق خریدی سیالکوٹ کی آجکل تو وہ بھی تین ہزار کی ہے۔ کبھی تین سو کی ہوتی تھی ایک آدمی تین سو کی وہ دیسی بندوق لے کر خرید لے سات سو کی خرید لیتا ہے ایک ہزار کی خرید لیتا ہے۔ اب اپنی اپنی استعداد کے مطابق جو کچھ ان سے بن پڑا اپنے وجود کی حفاظت کے لئے انہوں نے کر تو لیا۔

اِقَامَتُ الصَّلٰوۃِ۔ اسی طرح جس کے پاس زیادہ فرصت ہو وہ زیادہ علم حاصل کر لے۔ جسے تھوڑی فرصت ملے وہ تھوڑا پڑھ لے ضروریات دین تو سیکھ لے کم از کم جو روزمرہ عبادت کرتا ہے اور سجدے کرتا ہے ان کے الفاظ ہی درست کر لے اس کا ترجمہ ہی یاد کر لے وضو کے مسائل کسی عالم سے سیکھ لے۔ تیمم کا طریقہ سیکھ لے۔ جنازہ کی دعائیں یاد کر لے آیت الکرسی کا ترجمہ یاد کر لے۔ صرف اس لئے کہ میں شیطان کے حملوں سے دفاع کر سکوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچ سکوں اچھے لوگوں کے پاس بیٹھے بروں کی مجلس سے بچنے کی کوشش کرے نیک لوگوں سے رابطہ رکھے بدکاروں سے علیحدہ ہونے کی کوشش کرے تو یہ سب کیا ہو گا۔ اور اگر یہ نہیں ہے تو یہ بیگار جو ہم شرما شرمی کاٹتے ہیں میں نے آپ کو دیکھا تو نماز پڑھ لی آپ نے مجھے دیکھا تو پڑھ لی نہ مجھے کسی نے دیکھا نہ آپ کو کسی نے دیکھا تو آپ بھی سوتے رہے میں بھی سوتا رہا یہ اقامت صلوۃ نہیں۔ جس نماز کے لئے ہم خط لکھتے ہیں تاکہ دعا کریں نماز کے لئے آنکھ نہیں کھلتی۔ وہ اقامت صلوۃ نہیں۔ یعنی جان بچانے کے لئے تو ہمیں خود فکر ہوتی ہے کیا ہم دوسرے کو لکھتے ہیں کہ مجھے دشمن تنگ کر رہا ہے میں سخت خطرے میں ہوں۔ حفاظت کی دعا کیجئے اور اس طرف اتنی بے فکری کہ آنکھ ہی نہیں کھلتی۔ کبھی کسی کا خط نہیں آیا کہ یہ دعا کیجئے کہ مجھے پتہ چل جائے میرا دشمن کون ہے کون مجھے قتل کرنا چاہتا ہے کبھی نہیں۔ جس کا بھی آئے گا وہ یہ کہے گا کہ میری یہ مدد کیجئے کہ وہ مجھے قتل نہ کر سکے۔ یہ کیفیت جب ادھر بھی ہو جائے کہ میری یہ مدد کیجئے کہ میں اللہ کی نافرمانی سے بچ سکوں جو میرے بس میں ہے وہ میں کر رہا ہوں تو یہ کیا ہو گی۔ **اِقَامَتُ صَلٰوۃِ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ**۔ اور ادا کرتے ہیں زکوۃ کو۔ زکوۃ کا جو ہے مصدر جہاں سے یہ نکلی ہے وہی ہے جس سے تزکیہ نکلا ہے اور یہ ایک ہی مصدر کے دونوں لفظ ہیں اس کا معنی بھی یہ ہے کہ وہ چیز جو مال کو پاک کرے اور پاکیزگی صرف ہمیں مال میں نہیں چاہئے چونکہ اللہ نے جو مال فرض کیا ہے رزق حلال کو پھر حلال کو پاک کرنے کے لئے اپنا ڈھائی فیصد حصہ رکھ دیا فرض کر دیا کہ جو رزق آپ کے پاس ایک سال رہے تو چالیس روپے میں سے ایک روپیہ چالیسواں حصہ اللہ کے نام پر دیں یہ آپ پر فرض ہے تاکہ باقی جو مال ہے پاک ہو حلال تو پہلے ہے پاک ہو جائے تو اس تزکی کی نسبت سے اسے زکوۃ کہا جانے لگا۔

لیکن زکوۃ کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ آپ کو ملے اللہ کی بارگاہ سے اسے صرف اپنی ذات تک نہ رکھیں۔ اپنی ضرورت جی بھر کے پوری کریں لیکن ساتھ دوسرے ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھیں۔ آپ کو اگر علم ملا ہے تو اس علم کو سینے میں دبا کر مر نہیں جائیں اس علم کو اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں یہ زکوۃ ہو گی آپ کو طاقت دی ہے اللہ نے اس طاقت سے آپ مخلوق پر سے ظلم کا دفاع کریں حق کی حمایت میں اسی طاقت کو استعمال کریں یہ زکوۃ ہو گی آپ کو اللہ نے مال دیا ہے اس مال کو مفلسوں کی اعانت پہ یا دین کی اعانت پہ یا حکومت اور ملک اور قوم کی اعانت پہ خرچ کرتے ہیں یہ زکوۃ ہو گی آپ اگر فرض زکوۃ سے وسیع تر مفہوم لینا چاہیں تو۔ کیونکہ عرف عام میں جو رقم فرض کر دی گئی ہے اسے زکوۃ کہتے ہیں لیکن حقیقتاً" زکوۃ سے مراد یہ ہے کہ اپنے لئے اس نعمت کو پاکیزہ کرنا جو اللہ نے اسے دی ہے اور اگر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کی جائے تو

وہ نعمت پاک نہیں رہتی یعنی جو جو استعداد کسی کے پاس ہے اسی میں یہ سلوک و تصوف بھی آتا ہے کہ اللہ نے کسی کو قوت دی ہے تو وہ یہ نعمت دوسروں تک پہنچائے یہ اس کی جاگیر نہیں ہے اس کی جائیداد نہیں ہے یہاں ایک ضمنی طور پر بات آگئی میں عرض کرتا چلوں ایک بات مشہور ہے کہ انبیاء کے لئے بات کا بتانا فرض ہوتا ہے اور صوفیاء کے لئے اس کا چھپانا مولانا تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی لکھا ہے اس کا چھپانا واجب ہے۔ تو یہ جو لکھا ہے ناواجب ہے۔ اظہار واجب ہے انبیاء کے لئے یہ نفس نبوت یا نفس ولایت کے لئے نہیں ہے اظہار واجب ہے انبیاء کے لئے یہ نفس نبوت یا نفس ولایت کے لئے نہیں ہے بلکہ نبی پر جو علم مغیبات منکشف ہوتے ہیں مثلاً" آخرت کے بارے فرشتوں کے بارے قیامت کے بارے حشر و نشر کے بارے ان کا بیان کرنا بھی نبی پر فرض ہوتا ہے چونکہ نبی کے ارشاد کے ساتھ لوگوں کے عقائد اور ایمانیات کا تعلق ہوتا ہے اور ولی پہ یہ واجب نہیں کہ وہ ولایت ہی کو ہضم کر جائے بلکہ اسرار الٰہی جو ایسے کشفاً مشاہدتاً" الہامی طور پر یا القائی طور پر اس کے دل میں آجاتے ہیں جنہیں وہ آدمی نہیں سمجھ سکتا جس کا دل اس کیفیت سے آشنا نہیں ہے تو ان اسرار و رموز کو ان لوگوں پر بیان نہیں کرنا چاہئے تاکہ ان کے لئے کسی فتنے اور ابتلاء کا باعث نہ بنے۔ اسے غلط نہ سمجھا جائے۔ اس مسئلے کو کہ سرے سے تصوف کو ظاہر ہی نہ کیا جائے اور اگر اسے ظاہر بھی نہیں کرنا پھر اس کا مطلب ہے یہ دین نہیں ہے چونکہ دین کا تو اظہار واجب ہے اور اگر دین نہیں ہے تو اسے اختیار کیوں کیا جاتا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور اگر دین ہے تو پھر اسے دوسروں تک پہنچایا جائے وہ خاص چند کیفیات ہیں وہ خاص چند باتیں ہیں اور ایسی باتیں کوئی کسی دوسرے سے کرتا بھی نہیں۔

بلکہ نبی رحمتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حدیث مبارکہ میں بھی یہ قانون دیا ہے کہ مجھے جھوٹا نہ کہو۔ تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ایسا بدبخت ہے جو آپ کی ذات گرامی کو جھوٹا کہے فرمایا وہ شخص جو کسی ایسے نااہل پر میرا کوئی ایسا ارشاد نقل کرے جو اسے سمجھ ہی نہ سکے اور کہے یہ جھوٹ ہے حالانکہ وہ ارشاد میرا ہو اور وہ شخص اسے سمجھنے کی استعداد ہی نہیں رکھتا تو میں یہ سمجھتا ہوں اس نے مجھے جھوٹا نہیں کہا جو سمجھ نہیں سکتا مجھے اس نے جھوٹا کہا جس نے اس پر میری بات نقل کی۔

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔ فرمایا لوگوں سے ان کے ذہنی استعداد کے مطابق بات کیا کرو تاکہ وہ خواہ مخواہ فتنہ انکار میں مبتلا نہ ہوں تو ایسی باتیں ایسی کیفیات جو عام آدمی کی سمجھ و فہم سے یا ایک خاص سطح تک تربیت کرنے سے پہلے وہ ان کو نہ سمجھ سکتا ہو وہ انہیں بتائی نہیں جانی چاہئیں۔ اس لئے کہ وہ خواہ مخواہ کے شبہ میں یا انکار میں یا کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو۔ ورنہ تو ان سب چیزوں کا اظہار واجب ہے اگر یہ دین ہے تو دین کا پھیلانا ضروری ہے یہ بھی زکوۃ ہے اس کی بھی زکوۃ ضروری ہے اور اگر یہ دین نہیں ہے تو پھر اسے چھوڑ ہی دینا چاہئے جو بات دین نہیں ہے اسے اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

اور فرمایا یہ سارا دھندا اقامت صلوۃ کا جو ہے اس کی بنیاد کیا ہے یہ فلسفہ عبادت ارشاد ہو رہا ہے فرمایا اس کی بنیاد ہے

وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ یقینی کامل ہو جائے میدان حشر کی حاضری عذاب و ثواب اعمال کی جواب دہی کا اگر تو یہ یقین رسمی رہے گا تو تیاری نہیں ہو گی کام بھی رسمی رہیں گے عبادتیں بھی رسمی رہیں گی۔ سارا کام پھر رسمی رہے گا۔

میں آج ہی ایک خط کا جواب لکھ رہا تھا مجھے ایک عزیز نے لکھا کہ "میں قرآن کے کئی ختم کر چکا ہوں لیکن میرا جو مسئلہ تھا حل نہیں ہو رہا۔ جس غرض کے لئے کرتا ہوں وہ غرض پوری نہیں ہو رہی۔" میں نے اسے لکھا ہے کہ قرآن تو ایک چھٹی ہے جو رب العالمین نے اپنے بندوں

کے نام لکھی ہے اپنی بارگاہ سے۔ یہ جھاڑ پھونک کی کتاب تو ہے نہیں۔ آئندہ جب بھی قرآن پڑھو تو اسے اس نگاہ سے پڑھو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ نے مجھے اتنا سرفراز فرمایا ہے کہ خود اپنے ذات کلام سے نوازا ہے میں اسے سمجھوں اللہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں مجھے کیا فرماتے ہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں کس بات سے روکتے ہیں یہ بات رہ گئی اپنی جگہ۔ اب رہ گیا تمہارا مسئلہ تو جب تم اللہ کریم کی باتیں سمجھنے لگو گے تو وہ تمہاری باتیں شروع کر دے گا پھر اس سے بات کر لینا کہ میرا یہ مسئلہ پھنسا ہوا ہے آپ کی بارگاہ میں ایک کام بھی اٹکا ہوا ہے۔ وہ کر دے گا یہ جھاڑ پھونک سے نہیں ہو گا۔ پہلے اپنی آشنائی پیدا کرو۔ اس کی طرف سے جو خط آیا ہے اب تم سمجھ کر اسے پڑھو ہی نہ تو اگر تمہیں کسی محبوب کا' دوست کا' حاکم کا' صدر کا خط آ جائے اس خط کا وظیفہ کرنے سے تو تمہارا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اس خط کو بنیاد بنا کر اس کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھا لو پھر اپنے مسئلے کی بات بھی کر لینا دنیوی امور میں تو ہم ایسا کرتے ہیں اس طرف تو ہمارا ذہن چلتا ہے دین میں ایسا کیوں نہیں کرتے اس لئے کہ یقین جو ہے آخرت کا اس میں کمی ہے کمزوری ہے ہم اقرار کر لیں شاید اس اقرار کی بدولت ہمیں اللہ اس کے دفاع کی قوت بھی دے دے چاہئے کہ آج مانیں کہ اے اللہ ہمارے پاس اس کی کمی ہے مجھے یہ جرات رندانہ عطا کر کہ یہاں بیٹھ کر میں میدان حشر کو دیکھ رہا ہوں۔ اسلام نام ہی اسی قاعدے کا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو تعلق ہے اس نے مومن کی نگاہ کو یہ وسعت دی ہے کہ وہ جو کام جہاں کرتا ہے اس کے نتیجے کو میدان حشر میں دیکھ رہا ہوتا ہے اسے مدنظر رکھ کے کرتا ہے اور یہ بات نہیں تو پھر اسلام کیا ہے اور ایمان کیا ہے یہی بات یہاں دہرائی جا رہی فرمایا یہ عبادات جو ہیں ان کی بنیاد اس یقین پر ہے۔ اب حشر کا منظر آنکھوں میں لے کر سارا زمین پر رکھ کر کہہ کر دیکھو۔ **سبحان ربی الاعلی**۔ بھلا یہ ادھاری مزدوری ہے یا نقد کیفیت ملتی ہیں اور اگر یہ منظر ہی دل میں نہ جم سکے

اور ہم سرے سے اس میں مشکوک ہوں کہ ہم مانتے تو ہیں اب جانتے ہیں کہ ہو گا کہ نہیں مانا بھائی مانا اب دیکھیں گے ہو گا یا نہیں ہو گا تو پھر ہمیں لذت کہاں سے آئے گی اور پھر یہ کہنا کہ یہ ادھاری مزدوری ہے یہ تو اپنے آپ کو دھوکا دینے کی بات ہے۔ اس کی بارگاہ میں ادھار کہاں وہاں تو نقد سودے ہیں۔ مزدور کے ساتھ ادھار سے تو اس نے اپنے بندوں کو منع کر دیا خود کیسے کرتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں ملتا ہے میں ایک دن دیکھ رہا تھا ترغیب و ترہیب میں تو ضعیف روایات بھی چل جاتی ہیں ممکن ہے کوئی ضعیف روایت ہی ہو۔ بات بڑے مزے کی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا انہوں نے دعا کی کہ بار الٰہ قحط سالی ہے بڑی سخت۔ بارش فرمایئے۔ تو فرمایا صرف ایک آدمی کی بدبختی نے ساری قوم کو گھیر رکھا ہے تو وہ جو ہے اس میں عیب یہ ہے کہ وہ چغلی کھاتا پھرتا ہے ادھر کی بات ادھر کرتا ہے ادھر کی آگے بتاتا ہے ادھر کی آگے بتاتا ہے تو یہ چغل خوری ایسی منحوس چیز ہے کہ اس کے اثرات کی وجہ سے پوری قوم قحط کے عذاب میں مبتلا ہے تو انہوں نے عرض کیا بار الٰہ مجھے اگر آپ بتا دیں آدمی کون ہے تو میں اس کی سرزنش کروں اسے سمجھاؤں اسے منع کروں۔ فرمایا اس کی چغلی سے ناراض ہوں اور میں خود چغلی کھاؤں۔ فرمایا اگر وہ چغلی کھاتا ہے تو میں خفا ہوتا ہوں اور موسیٰ تمہارا خیال ہے میں خود چغلی کھاؤں گا۔ ایسے ممکن نہیں ہاں پوری قوم سے کہہ دو کہ باہر نکل کر معافی مانگے اسی میں وہ بھی ہو گا۔ فرمایا جس کام سے اپنے بندوں کو روک رہا ہوں وہ میں خود ہی کرنا شروع کر دوں۔

اب بندوں کو مخلوق کو کہتا ہے کہ ادھاری مزدوری نہ کراؤ اور خود ادھار شروع کر دے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے یہ تو نہیں ہو سکتی۔ یہ ادھاری سمجھ کر اپنے آپ کے ساتھ دھوکا نہ کرو بالکل نقد ہے یا پھر ہم اس کی مزدوری ہی نہیں کر رہے اگر کچھ نا مل رہا تو فکر یہ کرو کہ ہم مزدوری کس کی کر رہے ہیں چونکہ اس کی بارگاہ میں ادھار نہیں۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم کا ایک لفظ پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ال م تین لفظ ہیں یعنی ایک الف لام میم ایک نہیں ہے الم تین حرف ہیں اور ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ یقین کی بات تو یہ ہے کہ ہم اس کے لئے کتنا قرآن پڑھتے ہیں کہ ایک حرف کی دس نیکیاں ہیں آؤ کچھ نیکیاں کما لو اگر اس غرض سے نہیں پڑھتے تو پھر یقین میں تو کمی ہے نا جھاڑ پھونک کے لئے پڑھتے ہیں تو اس کا کیا کمال ہے؟ ہم تو کسی بے وقوف کی بات پر عمل کر کے پڑھتے ہیں ہمیں اعتبار تو ہونا چاہئے ارشادات نبوی پر اسی کا نام ایمان ہے بادشاہ کی بات پہ اعتبار کر لیا تو ایمان تو نہیں کہلائے گا ایمان تو وہ اعتبار کہلائے گا۔ جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر ہو۔

تو فرمایا سیدھی بات یہ ہے کہ قرآن میں ہدایت بھی ہے قرآن نتائج بھی سنا دیتا ہے بشارت بھی دے دیتا ہے۔ لیکن اپنے ماننے والوں کو اور اس کے ماننے والے وہ لوگ ہیں جو اقامت صلوٰۃ ایتائے زکوٰۃ اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں آخرت پر یقین ہوتا ہے اب رہ گیا دوسرا طبقہ۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ**۔ جنہیں آخرت کا کوئی اعتبار نہیں فرمایا انہیں ہم ایک سزا عجیب دیتے ہیں۔ **زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ** وہ برائی بھی کریں تو اس پر فخر کرتے ہیں انہیں ان کی نگاہ کو منقلب کر دیتے ہیں انہیں برائی بھی بھلی لگتی ہے یعنی جب وہ ہماری طرف سے پلٹتے ہیں تو ہم ان کی نگاہ ان کی عقل پلٹ دیتے ہیں ان کا شعور پلٹ دیتے ہیں ان کی نگاہ پلٹ دیتے ہیں وہ چوری کرتے ہیں ان پر فخر کرتے ہیں وہ ڈاکہ کرتے ہیں اسے باعث عزت سمجھتے ہیں وہ قتل کرتے ہیں اسے باعث فخر سمجھتے ہیں وہ برائی اور بے حیائی کرتے ہیں اسے باعث فخر گردانتے ہیں یعنی جرائم کرتے ہیں اور جرائم پر فخر بھی کرتے ہیں۔ کہ میں بہت بڑا آدمی ہوں۔

اور آپ دیکھ لیں معاشرے میں جتنے لوگ اللہ سے دور ہیں ان کے نزدیک برائی کی عزت ہے بدمعاشوں کا وقار ہے چوروں اچکوں اور اٹھائی گیروں کا ایک احترام ہے انہیں چوہدری جی خان جی ملک جی کہا جاتا ہے ان کی ہر کوئی بات سنتا ہے ان کی عزت کی جاتی ہے اس لئے کہ نہ صرف وہ بلکہ معاشرے کی وہ اکثرت جو اس میں پھنسی ہوئی ہے جسے برائی بھلی لگتی ہے آپ ان لوگوں کو بیک نگاہ دیکھیں گے تو سارے اللہ کی بارگاہ سے دور ہوں گے اور یہ اللہ کی طرف سے سزا دی جاتی ہے کہ جب وہ اس طرح منقلب کرتے ہیں اپنے آپ کو بارگاہ الوہیت سے وہ اپنا رخ پھیرتے ہیں تو اللہ ان کے ذہن ان کی نگاہ ان کی سوچ کو منقلب کر دیتے ہیں اب انہیں برائی بھلی لگتی ہے اور بھلائی کرنے والے کو کہتے ہیں یہ کیا فضول آدمی ہے۔ مسجد میں بیٹھا ہوں خود میرے متعلق ریمارکس پاس ہوتے ہیں کہ اچھا آدمی تھا لیکن یہ تو مسجد میں پھنس گیا مولوی بن گیا بے کار ہو گیا شریف آدمی تھا گیا بے کار ہو گیا۔ یعنی ان کے نزدیک اللہ اللہ کرنا لوگوں کو اللہ کا نام بتانا یہ وقت کا ضیاع ہے اسے وہ زندگی کا سب سے بڑا نقصان سمجھتے ہیں ایک آدمی میں پوٹینشل ہے استعداد ہے وہ کچھ کر سکتا ہے اور وہ کر نہیں رہا بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہے کیا کیا فضولیات ہے۔

اور میں چاہوں آپ چاہیں ہم انہیں نہیں سمجھا سکتے اس لئے نہیں سمجھا سکتے کہ اس نے ان کی سوچ الٹ دی ہے وہ اس کے ساتھ اپنا معاملہ درست کریں وہ ان کے ذہن کو ان کی سوچ کو پھر سے درست کرے ان کی نگاہ کا ٹیڑھا پن جو ہے اس کی اصلاح فرمائے پھر انہیں صحیح چیز نظر آئے تو وہ اس کے قائل ہوں گے ورنہ نہیں ۔ ورنہ میں اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔

بِالْاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ ان کی برائیاں ہم انہیں ان کی نگاہوں میں بھلی کر دیتے ہیں انہیں بھلی نظر آتی ہیں۔ **فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ**۔ بس اسی میں سرگرداں رہتے ہیں پھر وہ سمجھتے ہیں میں نے یہ کر لیا میں نے وہ کر لیا۔

یہاں پچھلے دنوں کچھ لوگ لڑ پڑے ایک آدمی کو انہوں نے قتل کر دیا اور اس آدمی نے میرے خیال میں

ساری زندگی جوں بھی نہیں ماری ہو گی۔ چھوٹے چھوٹے اس کے بچے ہیں اور قتل کرنے والوں کو بھی ایک گولی لگی وہ آدمی جو ہے اس کی عمر ستر سے اوپر ہو گی۔ پھر گولی بھی لگی ہوئی تھی ہسپتال میں ابھی تک پڑا ہوا ہے بیس پچیس دن ہو گئے لیکن اسے فخر ہے کہتا ہے میں نے لڑائی کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے یعنی اسے اس بات کا دکھ نہیں ہے کہ میں لحد کے سرہانے پڑا ہوں عمر کا آخری حصہ ہے ایک غریب آدمی کو میں نے گولی مار دی خود اپنے آپ کو گولی لگ گئی فائدہ کیا ہوا۔ خاندان تباہ کر دیا بچے قتل میں چالان ہو گئے ایک گھر تباہ ہو گیا اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اسے کچھ فکر نہین وہ بڑے فخر سے کہتا ہے کہ ہم نے لڑائی کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ پتہ نہیں کیا ریکارڈ قائم کیا۔

تو ان باتوں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو وہ کیوں ایسا کرتا۔ اللہ فرماتا ہے آخرت پر اس کا ایمان نہیں تھا ہم نے اس کی سوچ ہی بدل دی اسے برائی خوبصورت لگنے لگ گئی کہ لے اگر تو دوسری طرف چلنا چاہتا ہے تو اور پھول چن لے اگر یہ تمہیں پھول نظر آتے ہیں لیکن جب انہیں کھولے گا تو یہ سارے کانٹے ہوں گے پھر تمہیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہنا پڑے گا اور فرمایا جو برائی پہ خوش ہوتے ہیں جنہیں سجدے نہ دے کر راحت ملتی ہے جنہیں اللہ کی راہ میں قدم نہ رکھ کر سکون ملتا ہے جنہیں یاد الٰہی سے غافل رہ کر خوشی ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اور بدترین عذاب میں گرفتار ہیں ایسے ہی لوگ **وَ ھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ۔** آپ دیکھئے گا انہیں میدان حشر میں **ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ۔** سب سے بڑا نقصان اٹھانے والے ایسے ہی لوگ ہوں گے یہ باتیں فرمایا یہ رسمی باتیں نہیں ہیں یہ قصے کہانیاں نہیں ہیں۔

وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ یہ باتیں اللہ کریم کی ہیں جو حکیم بھی ہیں علیم بھی ہے دانا تر ہے بندوں کے حالات سے واقف ہے اور حکیم ہے اس کی اپنی حکمت ہے کس کو کتنی مہلت دی کس کو کس طرف جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن باتیں پکی ہیں یہ اٹل ہیں یہ حقائق ہیں ٹھوس جنہیں ہر کوئی کھلی آنکھوں میدان حشر میں دیکھ لے اور دیکھ لو گے کہ جنہیں آج برائی پہ فخر ہے بہت بڑے نقصان میں ہوں گے کل تم بھی وہیں ہو گے وہ بھی وہیں ہوں گے اللہ کی بارگاہ میں بھی ہو گی انصاف ہو رہا ہو گا دیکھو کیا بنتا ہے۔

ان آیات مبارکہ نے ہمیں ایک فلسفہ دے دیا۔ کہ ہمیں وہ یقین جو آخرت پر ہو وہ مجبور کر دے گا اقامت صلوٰۃ پر ایتائے زکوٰۃ پر اور جتنی اس میں کمی ہو گی اتنی ادھر ڈھیل رہے گی وہ یقین کہاں سے ملے گا جتنا تعلق ہو گا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جتنا گہرا ربط ہو گا۔ اتنا یقین مضبوط ہو گا۔ جتنے آپ آگے چلتے جائیں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش کف پا پر جتنے آگے بڑھتے جائیں گے۔ اتنی محبت بڑھتی جائے گی جتنی محبت بڑھتی جائے گی اتنا اعتماد اور اتنا یقین بڑھتا جائے گا بلکہ قریب رہنے کا تو عجیب بات ہے بعض ایسے بدبخت تھے جنہیں ایمان نصیب نہ ہوا لیکن قریب رہنے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں پہ یقیں انہیں بھی تھا۔ بحالت کفر بھی انہیں یقین تھا۔

کے میں ایک کافر ہوا کرتا تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتا تھا کہ میں نے گھوڑی کا ایک **بچھیرا** پالا ہے اسے میں مکئی کھلاتا ہوں مکے والے موٹا کرنے کے لئے مکئی کے دانے کھلاتے تھے ہر جگہ کی جنس کی اپنی خصوصیت ہوتی ہے پتہ نہیں عرب کی مکئی کی خصوصیت ہو گی۔ وہ موٹا کرنے کے لئے جانوروں کو مکئی کھلاتے تھے۔ تو وہ کہتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ مین گھوڑا پال رہا ہوں اور اسے میں مکئی کھلاتا ہوں اور میں اس پر بیٹھ کر تمہیں قتل کروں گا معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ تو میرے ہاتھوں قتل ہو کر جہنم واصل ہو گا۔ احد کے روز وہ گھوڑے پر سوار تھا اور

سیدھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا ایک صحابی نے اس پر حملہ کرنا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روک دیا فرمایا نہیں بھائی اس کا اور میرا وعدہ ہے اس کے ساتھ کوئی نہیں لڑے گا۔ میرا اس کے ساتھ وعدہ ہے آپ نے اس صحابی کے ہاتھ سے نیزہ لیا اور خود دست اقدس سے اس کی طرف نیزہ پھینک دیا تو اس نے جو خود پہنا ہوا تھا اس کی کڑیاں کندھوں تک آئی ہوئی تھیں ان کڑیوں پر وہ نیزہ لگا اور اس کی انی اس طرح گردن پر خراش سی بناتی ہوئی گزر گئی کہ ایک لکیر سی پڑ گئی جس نے پوری جلد بھی نہیں پھاڑی ایک لکیر سی پڑ گئی جس سے خون کا قطرہ نہیں بہا لیکن ایک لکیر پڑ گئی تو وہ گھوڑے سے گر گیا سب نے سمجھا کہ اس کی گردن سے نیزہ پار ہو گیا وہ تڑپتا تھا چلاتا تھا۔ وہ بھاگ کر آئے انہوں نے اٹھا لیا مشرکین مکہ نے خیمے میں لے جا کر رکھا خود وہ اتارا گردن کھولی تو دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا ایک لکیر سی لگی ہوئی تھی اس پہ سرخی سی آئی ہوئی تھی خون کی۔ حیران ہوئے ہوا تو کچھ بھی نہیں اس نے کہا تم کہتے ہو کچھ نہیں ہے تم نہیں جانتے یہ شخص جو کچھ کہتا ہے وہ ہو کے رہتا ہے تمہیں کیا خبر اس نے مجھے مکے میں کہا تھا کہ تو میرے ہاتھوں قتل ہو گا۔ یہ خراش مجھے لے کے رہے گی۔ میں مر جاؤں گا اور تم نہیں سمجھتے جو تکلیف مجھے ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں تک یہ خراش لگی ہوئی ہے اس ساری میں کسی نے پتہ نہیں کتنی آگ بھر دی ہے اور واقعی وہ مکہ پہنچنے سے پہلے راستے میں جہنم واصل ہوا۔ اسی طرح تڑپ تڑپ کر۔ صرف قریب رہنے کا اثر یہ تھا چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں رہتے تھے وہ مکہ میں تھا کافر بھی تھا لیکن یہ یقین تھا اسے کہ جو کہتے ہیں وہ ہو کے رہتا ہے۔ عجیب بات نہیں ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اگر مومن ہو اور اسے قربت نصیب ہو نہ صرف جسمانی بلکہ قرب روحانی نصیب ہو اس کی روح حاضر ہو آپ کی بارگاہ میں اور آپ کے ساتھ اس کی روح کی روح کا تعلق ہو تو اس کے یقین کی کیفیت اتنی ہونی چاہئے اسی یقین کو ایمان کہتے ہیں اور یہ بنیاد بنتی ہے اقامت صلوۃ اور ایتائے زکوۃ کی۔

ذلت

ایک آدمی کے ہاں ایک ملک ہے اس کے پاس ایک حکومت ہے اس ملک کی ایک فوج ہے اس ملک کی پولیس ہے۔ اس ملک کے سارے ادارے ہیں۔ اس ملک کے تمام جاسوسی کے اور خفیہ ادارے ہیں۔ اس ملک کا سارا اسلحہ' اس کے جنگی جہاز' توپیں' بم' راکٹ اور میزائل سب اسے کے ڈسپوزل پر اس کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں۔ بیاسی کروڑ روپے سے بنے ہوئے محل میں رہتا ہے۔ جس پر سینکڑوں مسلح افراد پہرے پر رہتے ہیں۔ ان تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود ایک بدمعاش کو سر پر کھڑا کیا ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ کیوں؟ یہ کیسا خوف ہے۔ اس کے دل میں سکون و اطمینان کیوں نہیں؟ ملک کا سربراہ ہو کر اور اتنے وسائل ہونے کے باوجود کسی بدمعاش کی حفاظت کا محتاج کیوں؟

کسی شریف انسان کے لئے اس سے زیادہ ذلت کا کوئی تصور ہے؟

روزہ کے فضائل و مسائل

پروفیسر مسعود اختر ہزاروی

روزہ کو عربی میں **صوم** کہتے ہیں۔ اس کی جمع **صیام** آتی ہے۔ لغت عرب کے لحاظ سے **صوم** کا معنی ہوتا ہے۔ **اَلْاِجْتِنَابُ وَالْاِمْسَاکُ** یعنی بچ کر رہنا یا باز آ جانا۔ یا اجتناب کرنا اور اصطلاح شریعت میں صوم کا مفہوم یہ ہے **اَلْاِمْسَاکُ عَمَّا تُنَازِعُ اِلَیْہِ النَّفْسُ مِنَ الْاَکْلِ وَ الشُّرْبِ وَ الْجِمَاعِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ۔** یعنی فجر کے طلوع ہونے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک قصداً کھانے پینے اور مباشرت سے اجتناب کرنا صوم کہلاتا ہے۔

قرآن پاک میں روزے کی فرضیت کا حکم یوں دیا گیا ہے **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔**

ترجمہ۔ اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

مذکورہ آیت کریمہ میں روزے کی فرضیت کا مقصد تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیا گیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ روزہ سے انسان میں تقویٰ کا وصف کیسے پیدا ہوتا ہے۔

روزہ اصل میں ایک (Refressure course) ہے جو کہ روحانی تربیت کے لئے سال میں ایک ماہ کرایا جاتا ہے۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ایک راز ہوتا ہے۔ روزہ کے دوران گوشہ تنہائی میں جب کوئی بھی نہ دیکھ رہا ہو۔ روزہ دار بھوک اور پیاس کی شدت محسوس کرے اور ٹھنڈا مشروب یا کھانے کا سامان موجود ہو۔ اس کا نفس یہ خواہش کرتا ہے کہ کھالوں یا پی لوں۔ لیکن روزہ دار کا ہاتھ بھوک اور پیاس کے باوصف ان چیزوں کی طرف صرف اس لئے نہیں بڑھتا کہ اس کے رب نے ان اوقات میں ان چیزوں کو اس پر حرام کیا ہے۔ اگر سال میں ایک ماہ پورے خلوص کے ساتھ یہ کورس کیا جائے تو باقی گیارہ ماہ کے دوران بھی جب کوئی ایسا کام کرنے لگے گا جو اللہ نے حرام کیا ہے تو اس کو اندر کی وہی قوت ایمانی یہ آواز دے گی کہ تیرے رب نے اس کو تیرے لئے حرام کیا ہے۔ لہٰذا تو یہ نہ کر۔ اور خوف خدا کی اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ کھانا پینا یا منکوحہ زوجہ سے مباشرت بنیادی طور پر حلال اور جائز کام ہیں۔ انہیں عارضی طور پر کچھ مخصوص وقت کے لئے قرار دیا گیا ہے۔ اگر ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے تو پھر د امور جو ابد الاباد تک کے لئے حرام قرار دیئے گئے ہیں جھوٹ۔ منافقت اور بددیانتی وغیرہ ان سے بچنا تو بدرجہ اولیٰ ضروری

ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ یعنی جو شخص حالت روزہ میں جھوٹ اور اس پر عمل کرنے کو ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا ترک کر لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صَوْمِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَ الْعَطَشُ۔ یعنی بہت سارے روزہ دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ یعنی روزہ ایک ڈھال ہے۔ جس طرح ڈھال سے ظاہری دشمن کے وار سے بچاؤ ممکن ہوتا ہے اسی طرح روزہ سے شیطان اور نفس جو انسان کے باطنی دشمن ہیں ان کے وسوسوں اور حملوں سے بچاؤ ہوتا ہے۔

روزہ کے مسائل

روزہ کی بنیادی طور پر پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ نفل ۴۔ مکروہ تنزیہی ۵۔ مکروہ تحریمی

فرض اور واجب روزے کبھی معین ہوتے ہیں اور کبھی غیر معین مثلاً" رمضان المبارک کے فرض روزے معین ہیں۔ لیکن رمضان کے روزوں کی قضاء یا کفارہ یا کفارہ کی روزوں کی قضاء فرض ضرور ہے مگر معین نہیں۔ اسی طرح نذر اور منت کے وہ روزے جن میں وقت کا تعین کر دیا گیا ہو وہ واجب معین ہوں گے بصورت دیگر واجب غیر معین۔

نفلی روزہ کسی بھی دن رکھا جا سکتا ہے خصوصاً" یوم عشورا۔ ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ وغیرہ۔

مکروہ تنزیہی مثلاً" صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا یہ یہودیوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔ صوم دھر۔ ہمیشہ روزے کی حالت میں ہی رہنا۔

صوم سکوت۔ ایسا روزہ جس میں کسی سے کوئی بات نہ کرے۔

عیدالفطر۔ عیدالاضحیٰ اور ایام تشریف (ذوالحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳) کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

روزہ کے لئے شرائط :۔ روزہ دار کے لئے یہ شرط ہے کہ عاقل، بالغ مسلمان ہو اور عورت کے لئے حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے نابالغ بچوں پر روزے فرض تو نہیں ہوتے البتہ بلوغت کے قریب پہنچ جائیں تو اگر ان میں استطاعت ہو تو ان سے روزے رکھوائے جائیں تاکہ انہیں روزہ کی عادت پڑ جائے۔ لیکن روزہ توڑنے کی صورت میں ان پر قضاء نہیں ہو گی۔

روزہ رکھنے کی نیت :۔ نیت کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ عَقْدُ الْقَلْبِ عَلَى الْفِعْلِ۔ یعنی کسی کام کو کرنے کے لئے دل سے پختہ ارادہ کر لیا۔

نیت کے لئے دل کا پختہ ارادہ بھی کافی ہوتا ہے البتہ دل اور زبان میں موافقت پیدا کرنے کے لئے زبان سے کہہ دینا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

روزہ رکھنے کی نیت یہ ہے۔ وَ بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ۔ یعنی میں رمضان المبارک کے مہینے کے آئندہ روزے کی نیت کرتا ہوں۔

روزہ افطاری کی نیت :۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔ ترجمہ۔ اے اللہ میں نے تیرے لئے ہی روزہ رکھا۔ تجھی پر ایمان لایا تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔

سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی مسنون ہے البتہ سحری کی تاخیر میں احتیاط بھی لازم ہے کہ کہیں مکروہ وقت نہ ہو جائے۔ اسی طرح مسجد میں اذان کا وقت تب شروع ہوتا ہے جب کہ سحری کا وقت ختم ہو جائے۔ دوران

اذان کھانا پینا جائز نہیں بلکہ روزہ میں حرج واقع ہو گی۔

وہ چیزیں جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

۱- بھول کر کھا پی لینا۔

۲- مکھی یا غبار حلق تک چلا جائے۔

۳- دھواں اگر خود حلق تک چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ قصداً ایسا کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۴- تیل یا سرمہ لگایا جائے۔

۵- اپنی ہی تھوک نگل لینا خواہ زیادہ ہی ہو البتہ احتیاط لازم ہے۔

۶- تل یا اس کے برابر کوئی چیز چبا کر حلق سے نیچے نگل جانا۔

۷- آنسو اور پسینہ کے قطرہ منہ میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر اتنا زیادہ ہو کہ نمکینی محسوس ہو تو پھر ٹوٹ جاتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۱- قصداً کھانے، پینے یا جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- دانتوں کے درمیان چنے کے برابر کوئی چیز تھی اس کو کھانا۔ اگر چھوٹی ہو تو باہر نکال کر کھانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۳- روزہ کی حالت میں دانت نکلوانے کی صورت میں خون اگر حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۴- کلی کرتے وقت پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اگر بلامقصد ہو تو صرف قضاء لازم ہو گی اور قصداً ہو تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

۵- روزہ کی حالت میں قے کی دو صورتیں ہیں یا تو قصداً ہو گی اور یا بغیر قصد کے۔ پھر ان کی بھی دو صورتیں ہیں۔ منہ بھر کر آئی ہے یا نہیں۔ ہر ایک صورت کا علیحدہ علیحدہ حکم یوں ہے۔

الف) قصداً منہ بھر کر قے آئی اور روزہ دار ہونا اس کو یاد ہے تو روزہ فاسد ہو گیا۔

ب) قصداً قے کی مگر منہ بھر کر نہیں تھی تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔

ج) بلا اختیار قے آئی اس نے واپس لوٹائی اگرچہ چنے کے برابر بھی اندر چلی گئی تو روزہ فاسد ہو گیا۔

د) بلا اختیار قے آئی وہ خود حلق میں لوٹ گئی یا لوٹائی روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۶- روزے کی حالت میں پان، تمباکو یا نسوار منہ میں رکھنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

روزہ کی قضاء

روزہ کی قضاء کا مطلب ہوتا ہے روزہ کے بدلے روزہ رکھنا مندرجہ ذیل صورتوں میں روزہ کی صرف قضاء لازم ہوتی ہے۔

۱- شبہ یا خطا کی صورت میں کچھ کھا پی لیا تو ایسی صورت میں روزہ کی قضاء لازم ہو گی مثلاً یہ خیال کیا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھا پی لیا بعد میں معلوم ہوا کہ صبح تو ہو چکی تھی اس صورت میں صرف قضاء لازم ہو گی کفارہ نہیں۔

۲- بھول کر کھا پی لیا اور یہ سمجھا کہ شاید روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ اب قصداً کھانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور اسکی قضاء لازم ہو گی۔

۳- رمضان کے علاوہ اور کسی روزے کا کفارہ نہیں ہوتا بلکہ صرف قضاء ہی ہوتی ہے۔ مثلاً نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تو صرف قضاء لازم ہو گی۔

روزہ کا کفارہ۔

روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پے در پے ساٹھ روزے رکھے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

کفارہ کے ساٹھ روزوں میں سے درمیان میں کوئی ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو از سر نو پھر ساٹھ روزے پورے کرنے ہوں گے اگر بیماری یا کسی عذر کے سبب ہی وہ چھوٹا ہو۔ البتہ عورت کو ان روزوں کے درمیان حیض آ جائے تو یہ ناغے شمار نہیں ہوں گے بلکہ پہلے اور بعد والے ملا کر

ساٹھ روزے شمار کئے جائیں گے۔

کفارہ کے روزوں کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے ساٹھ دنوں کا انتخاب کرے جن میں رمضان المبارک کا مہینہ، ایام عید اور ایام تشریق نہ ہوں۔ مگر مسافر رمضان میں بھی کفارہ کے روزے رکھ سکتا ہے۔

کفارہ کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔

جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ رمضان کا بھی روزہ ہو اور اس روزہ کی نیت کر لی ہو۔ روزہ کے منافی جو امور ہیں جب ظاہری اور معنوی دونوں صورتوں میں جمع ہو جائیں تو یہ جرم شریعت میں پورا جرم بن جاتا ہے جس سے روزہ کا کفارہ لازم ہوتا ہے۔

مثلاً کسی مفید مطلب چیز کا کھا پی لینا ظاہری افطار ہے مگر کنکر گھاس وغیرہ نگل لیا تو یہ معنی افطار ہے۔

روزے کے مکروہات۔

۱۔ جھوٹ۔ غیبت۔ گالی گلوچ۔ بیہودہ گفتگو۔ کسی کو تکلیف دینا۔ ان سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ بلا عذر روزہ دار کا کسی چیز کو چکھنا یا چبانا مکروہ ہے اور چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر تھوک دیں اور اسے حلق تک نہ جانے دیں۔

۳۔ مسواک خواہ خشک ہو یا تر مکروہ نہیں البتہ ٹوتھ پیسٹ اور منجن وغیرہ کا ذائقہ حلق تک چلا جاتا ہے اس لئے بلا ضرورت یہ مکروہ ہیں۔

۳۔ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں دوران روزہ مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔

۴۔ کوئی ایسا کام جس میں مشقت اس قدر ہو کہ غالب گمان ہو کہ روزہ توڑنا پڑے گا تو احتیاط لازم ہے اور ایسے کام میں بھی کراہت ہے۔

دعائے مغفرت

۱۔ سلسلہ کے ساتھی مرزا محمد اسد علی بیگ کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

۲۔ سلسلہ کے ساتھی چودھری جمیل حسن نمبردار سکنہ سیان (ڈسکہ) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

۳۔ کیپٹن کامران بشیر عباسی (راولپنڈی) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں ہیں۔

۴۔ زاہد عظمت (گلبرگ لاہور) کی والدہ ماجدہ ۔

اور

۵۔ ذوالفقار علی (قصور پورہ لاہور) کے والد محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

ساتھیوں سے دعاء مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

ابدال :۔ اس منصب پر اولیائے کرام بدل بدل کر آتے رہتے ہیں یعنی ایک کے بعد دوسرا مقرر ہوتا ہے۔ یہ منصب بھی بڑا بلند مقام ہے ان مقامات اور مناصب کا حصول اللہ تعالیٰ کے فضل اور شیخ کامل کی توجہ اور تربیت پر موقوف ہے۔ (حضرت مولانا اللہ یار خان رح)

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی دُعا سُنتا ہے اور ہر شخص اپنے ہی لیے دُعا کرتا ہے۔ کیونکہ طبعاً اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے مگر یہ حضرات (اولیاء کرام) اسی خدمت پر مامور ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں اور مخلوق کی بھلائی کے لیے دُعا کریں۔

(حضرت مولانا اللہ یار خان رح)

نفاذِ اسلام کیلئے پہلا قدم

مولانا محمد اکرم اعوان

ایک دفعہ کسی شاعر نے کہا تھا

کس قدر جلدی گزر جاتے ہیں دن
اور کتنی جلدی لوٹ کر آتے ہیں دن

ہمارے یہاں کے گذشتہ اجتماع کو ایک سال بیت گیا یہ ایک سال کا عرصہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی جلدی چلا گیا اور کتنی تیزی سے لنگر مخدوم کا یہ اجتماع پھر سے پلٹ آیا لیکن کون جانے کہ تیزی سے آنے والے دن پھر کتنی بار دیکھنے نصیب ہوں گے۔ عرض یہ کرنا ہے کہ اس سال کے عرصے میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا۔ ایک سال عمر عزیز خرچ کی ایک سال اللہ کریم کی بے پناہ نعمتوں کو مزید استعمال کیا ایک سال اس کی رحمت بے پایاں کی عافیت میں پناہ میں اور بسر کر لیا لیکن اس ایک سال میں دنیا کو' انسانیت کو' دین کو' مذہب کو' قوم کو' اپنوں کو' بیگانوں کو ہم کیا دے سکے ہیں شاید کچھ بھی نہیں اس لئے کہ حالات کے جس شکنجے میں کسے ہوئے ہم ایک سال پہلے یہاں موجود تھے حالات کا وہ **شکنجا** اس کی نسبت کچھ زیادہ لوگوں کا خون ہوا پہلے کی نسبت زیادہ عزتیں لوٹی گئیں پہلے کی نسبت زیادہ بے حیائی اور فحاشی پھیلی پہلے کی نسبت زیادہ چور بازاری آئی وطن عزیز کا وہ حال جو پچھلے سال تھا آج کے دن اس سے بہت ہی بدتر ہے۔ کیوں؟ ایسا کیوں ہے؟ اس کا سبب اس کی وجہ میں ہوں آپ ہیں اور سب سے بڑی وجہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے لیڈران کرام مذہبی لیڈر' مذہبی رہنما' پیران عظام' علمائے کرام' نمازی اور حاجی حضرات ہیں اس ساری خرابی کی بنیاد نیکی کا دعویٰ رکھنے والے لوگ ہیں اس لئے کہ جو لوگ اپنے نیک ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے جنہیں اپنے بدکار ہونے پہ فخر ہے جو دھوکے کو کمال سمجھتے ہیں جو قتل و غارت کو اپنا حق سمجھتے ہیں دوسروں کی آبرو سے کھیلنے کو فن سمجھتے ہیں جو دوسرون کی جان لینے کو جرات اور بہادری سمجھتے ہیں انہوں نے اپنے کام میں ترقی کی ہے وہ جس حال میں پچھلے سال تھے اس سے وہ آگے چلے گئے ہیں ایک ایک غریب کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑا جا رہا ہے۔ بڑی بڑی گاڑیوں چھ چھ دروازے والی کاروں پر ٹیکس کم ہوا ہے اور گھروں میں بھینسوں پر ٹیکس لگ گیا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں جہاں قتل و غارت ہو رہی ہے وہاں قیام امن کی کوشش ' جہاں لوگوں کے گھر جل رہے ہیں وہاں آگ بجھانے کی کوشش' جہاں آبرو لٹ رہی ہے وہاں آبرو بچانے والے' جہاں کوئی مفلس افلاس سے مر رہا ہے اسے کوئی ایک لقمہ یا کسی بیمار کو ایک گولی دوائی کی دینے والے لوگ کہاں کھو گئے؟ ہم نے اسلام کو نماز' روزہ' نوافل' تسبیحات' مراقبات اور تبلیغ تک محدود کر دیا ہے۔ **عبادات** روح ہے جان ہے دین کی۔ لیکن جان ہی ضروری نہیں ہوتی جاندار کا کچھ عمل اور بھی ہوتا ہے۔ آپ ایک گھوڑا

رکھتے ہیں اس میں صرف جان ہی ضروری نہیں ہے اس پر سواری بھی مقصد ہو گا۔ آپ ایک جانور پالتے ہیں اس میں جان ہے۔ ایک بیل رکھتے ہیں اس میں جان موجود ہے وہ کھیتی باڑی کے کام نہیں آتا اس کی جان کو آپ کیا کریں گے۔ اس طرح عبادات مومن کی' مذھب کی' دین کی یا اسلام کی اساس ہے جان ہے لیکن ایک عابد و زاہد ایک متقی اور پرہیز گار ایک مومن میں ایمان ہے اس میں پرہیز گاری ہے اس میں تقویٰ ہے تو اس تقوے اور پرہیز گاری کا اثر معاشرے اور ماحول پر کیا مرتب ہوا تو یہ جو اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کام کئے یہ دو چیزیں ہیں۔ ہم نے ایمان صرف عقیدے کا نام رکھا اور عمل صالح ہم نے نماز روزہ فرائض' سنن' واجبات یہ سارے صرف ایمان میں داخل ہیں اگر کوئی تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرتا ہے تو ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اگر کوئی عملی زندگی میں کوتاہی کرتا ہے تو ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے امام بخاری رحمت اللہ علیہ اعمال ہی کو ایمان کا نام دیتے ہیں کہ بغیر عمل کے ایمان تو نرا دعویٰ ہے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ فرائض و واجبات اور سنن کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے یہ ایمان ہے اور عمل صالح کیا ہو گا۔ اس کی تشریح اگلی آیتہ مبارکہ کرتی ہے اس کے مقابلے میں اللہ کریم فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ۔ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ عمل صالح بھی نہیں کرتے اور غیر صالح عمل کیا ہے سَعَوْا فِیْ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ۔ ان احکام الٰہی کو عاجز کر دینا چاہتے ہیں روک دینا چاہتے ہیں وہ نظام جو اپنے بندوں کے لئے اللہ نے ترتیب دیا ہے اسے نافذ نہیں ہونے دیتے وَالَّذِیْنَ سَعَوْا۔ اپنی پوری کوشش کرتے ہیں فِیْ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ کہ میرے احکام کو عاجز کر دیں روک دیں اگر جو ایمان نہیں لایا اور اس کا غیر صالح عمل اسلام کو عملی تنفید کو روکنا ہے تو جو مومن ہے ایمان لایا اس کا عمل صالح نفاذ اسلام ہو گا۔ کیونکہ دونوں آیات ایک دوسرے کی تشریح کر رہی ہیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں یعنی جو بندہ ایمان نہیں لایا جو بندہ اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول کرنے سے محروم رہا اس کے بارے تو یقینی طور پر اللہ گواہی دے رہا ہے کہ ہر کافر اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ سعوا پوری محنت کرتا ہے فِیْ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ کہ میرے احکام کو نافذ ہونے سے روک دے۔

ایک اصول ہے یاد رکھئے معاشرے میں رہنے سہنے کا ایک دوسرے کے تحفظ کا جان مال آبرو کی حفاظت کا خرید و فروخت کا ٹیکسوں کا ایک نظام بنایا جاتا ہے اور اس نظام کے تابع رہ کر معاشرہ پھلتا پھولتا ہے جہاں کوئی اس نظام کو توڑتا ہے وہ ادارہ جو اس نظام کے ذریعے وجود پذیر ہوتا ہے وہ اس کو سزا دیتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے ان حدود کے اندر رہنے پر۔ جو قوم جو لوگ جو دانش ور جو سیاست دان یہ نظام بناتے ہیں جس نظریے کہ وہ تابع ہوتے ہیں وہ سارا نظام اپنے پیروکاروں کو اس نظریئے کا غلام بنا دیتا ہے یہ ہر نظام کا خاصا ہوتا ہے اور یہ جذبہ نظام الٰہی کا۔ یہی خاصیت نظام الٰہی میں بھی ہے اللہ کریم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نظام معاشرے کی بقا کا اور اس کی حیات کا اس کے چلنے کے انداز کا اس کی عبادات اس کے اعمال اس کے کردار اس کی خرید و فروخت اس کی سیاست اس کی مقدمات اس کے قوانین اس کے تحفظ کا جو نظام دیا نتیجتاً" وہ ہر بندے کو اللہ کا اور صرف اللہ کا غلام بنا دیتا ہے یعنی ہر نظام کا یہ خاصا ہوتا ہے کہ نظام اسلام یا نظام الٰہی جو ہے وہ ہر بندے کو اس نظام کے نتیجے میں صرف اور صرف اللہ کا غلام بنا دیتا ہے اب اس نظام کو ہم ہٹا دیتے ہیں اس کی جگہ کسی قوم کسی معاشرے کسی انسان کا بنایا ہوا نظام لاتے ہیں تو اس کا حتمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اس نظام کے اندر رہنے والی قوم اسے اپنا کر زندہ رہنے والی قوم' نظام بنانے والوں کی غلام ہو جاتی

ہے یہ خصوصیت ہوتی ہے معاشرے اور ممالک سے نظم کی نظام کی، قانون کی۔ آج ہم مغرب سے بڑے ناراض ہیں ہم امریکہ کو بڑی گالیاں دیتے ہیں سوشنلوں پہ ہمیں بڑا غصہ ہے لیکن کیا ہمارے دلوں میں کعبے جانے سے زیادہ زوردار خواہش امریکہ جانے کی موجود نہیں ہے میں نے کسی کو مکان زمین بیچ کر مکے جاتے نہیں دیکھا اور میں نے جو مکہ مکرمہ میں بڑے باعزت عہدے پر فائز تھے اور ہزاروں ریال ماہوار تنخواہ لے رہے تھے انہیں امریکہ جانے کا موقع ملا تو یہاں کی افسری چھوڑ کر نیو یارک میں نے انہیں ٹیکسی چلاتے دیکھا ہے یعنی وہاں ٹیکسی چلانا گوارا کر لیا کیوں آخر؟ جب یہ بندہ کلمہ بھی پڑھتا ہے اور چودہ سو سال سے مسلمان چلا آ رہا ہے باپ دادے سے کئی پشتوں سے مسلمان ہے تو اس کی جو DEVOTION ہے جسے آپ اس کا خلوص کہہ لیں یا اس کی قلبی محبت کہہ لیں وہ امریکہ کے ساتھ کیوں اتنی ہو گئی اس لئے کہ وہ ان آقاؤں کے بنے ہوئے نظام میں پلا بھی بڑھا بھی تعلیم بھی پائی اسی قانون کے تحت اس نے ساری عمر گزاری جس کا حاصل یہ ہے کہ اس نظام کو بنانے والے اس کے لئے زندگی کی معراج بن گئے۔

یاد رکھیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کو صادق اور امین مکے کے مشرکوں نے نام دیا ہے اللہ کی طرف سے جو عطا ہوا سو ہوا مشرکین مکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کہتے تھے ایک سو بیس سال سے جو جنگ عرب قبائل میں آ رہی تھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی صلح کرا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں حجر اسود کی تنصیب پہ جھگڑا کھڑا ہو گیا اور قبائل کے سرداروں نے تلواریں سونت لیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سب نے قبول کر لیا۔ اگر اتنا ہی احترام تھا برکات کا مشاہدہ کرتے تھے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کو ہجرت پہ مجبور کیوں کر دیا اگر یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیا مذہب پیش کر دیا تھا جس میں ان کے بتوں کا انکار تھا ان کے آباؤ و اجداد کی رسومات کا انکار تھا یہ حق ہے لیکن یہ مکہ مکرمہ میں نئی بات نہیں تھی اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں ایسے مذاہب موجود تھے جو بتوں کو نہیں مانتے تھے ایسے مذاہب موجود تھے جو فرشتوں کو پوجتے تھے ایسے مذاہب موجود تھے جو جنوں کی پوجا کرتے تھے ایسے لوگ موجود تھے جو آگ کے پجاری تھے ایسے لوگ موجود تھے جو جادوگروں کی پرستش کرتے تھے انہی میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بتوں کی پوجا کرتے تھے سارے لوگ بتوں کی پوجا پہ متفق نہیں تھے بلکہ دنیا میں جتنے مختلف مذاہب موجود تھے وہ کسی نہ کسی صورت میں عرب میں اور مکہ مکرمہ میں موجود تھے ان کے ماننے والے موجود تھے تو پھر جہاں اتنے مذاہب کا گزارا ہو رہا تھا وہاں ایک نیا مذہب اور اس کے دس ماننے والے بھی سہی کیا فرق پڑتا تھا ان سب کا گزارا کیسے ہو رہا تھا عیسائی موجود تھے یہودی موجود تھے مجوسی موجود تھے جادوگر اور کاہن موجود تھے بت پرست موجود تھے مشرک موجود تھے ستارہ پرست موجود تھے سورج کے پجاری موجود تھے سب کا گزارا کیسے ہو رہا تھا ملکی اور معاشرے کے نظام کو چلانے کا جو طریقہ تھا وہ سب کا ایک تھا عدالتی نظام سب کا ایک تھا معاشی نظام سب کا ایک تھا سیاسی نظام سب کا ایک تھا تعلیمی نظام سب کا ایک تھا۔ یعنی جن خطوط پہ معاشرہ استوار ہوتا ہے اس میں وہ سارے متفق تھے۔ اختلاف تھا تو عبادات اور نظریات میں تھا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے صرف نیا عقیدہ نیا طریقہ عبادت ہی نہیں دیا بلکہ ان کے سارے معاشرتی نظام کا انکار کر دیا جن چیزوں کو وہ حلال سمجھتے تھے اسلام نے حرام کر دیں جس لوٹ مار کو وہ بہادری سمجھتے تھے اسلام نے اسے ڈاکہ قرار دے دیا جس جوئے سے وہ دولت بناتے تھے اسلام نے اسے حرام کہہ دیا جس طرح کے لوگ ان کے حاکم ہوتے تھے اسلام نے انہیں گردن زدنی قرار دے دیا چور اور ڈاکو کہہ دیا جس بات کو وہ انصاف کہتے تھے اسلام اسے ظلم کہتا تھا ب ایک خادم ہے وہ آقا کے گھر میں کھانا نہیں کھاتا کہ تم حرام کھا رہے ہو جو انصاف وہ کرتے ہیں وہ قبول نہیں کرتا کہ یہ

ظلم ہے میں تو وہ انصاف مانوں گا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے یہ چوٹ اہل مکہ برداشت نہ کر سکے وہ جانتے تھے کہ جس کا نظام ہو گا افراد اسی کے غلام ہوں گے۔ اگر نظام ہمارا ہے تو عقیدہ چاہے کوئی رکھیں غلام ہمارے ہوں گے لیکن اگر نظام اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا تو بندے ہمارے غلام نہیں ہوں گے اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہوں گے اس بات پر مشرکین مکہ یا کفار مکہ اور مسلمانوں میں جنگ ہوئی جہاد ہوئے ہجرت کرنا پڑی اور اس بات پر رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کتنے محبوب صحابہ قربان کرنے پڑھے چہرہ اقدس پر زخم کھانے پڑے دندان مبارک شہید کرانے پڑے اور دو دو زرہیں پہن کر سرمیدان شمشیر بکف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کرنا پڑا۔

آج کا معاشرہ آج کا مغربی مفکر آپ کی اور میری داڑھی سے خائف نہیں ہے میرے اور آپ کے سجدوں کا اسے ڈر نہیں ہے بلکہ کسی کافر ملک میں آپ جا کر نماز پڑھیں آپ کو کوئی نہیں روکتا۔ کسی کافر ملک میں آپ روزے رکھیں آپ کو کوئی منع نہیں کرتا۔ لیکن کسی کافر ملک کے قانون کو اگر آپ اس ملک میں کھڑے ہو کر کہیں کہ یہ خلاف اسلام ہے تو وہ آپ کو بات نہیں کرنے دیں گے عقیدہ آپ کا ذاتی عمل ہے نماز، روزہ، حج، زکوۃ آپ کا ذاتی عمل ہے کیا چین سے لوگ حج پر نہیں جاتے جاپان سے حج پر نہیں جاتے امریکہ برطانیہ یورپ سے لوگ حج پر نہیں جاتے ہر جگہ سے مسلمان جاتے ہیں وہ روکتے تو نہیں ہر جگہ مساجد ہیں نمازیں پڑھی جاتی ہیں کوئی منع نہیں کرتا ہر جگہ لوگ روزے رکھتے ہیں منع کوئی نہیں کرتا لیکن کوئی بھی ملک یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ ان کے قانون کو جسے وہ انصاف کہتے ہیں اسے کوئی ظلم کہہ دے جو معاشی نظام انہوں نے بنایا کوئی حرام کہہ دے اس سے منع کر دے۔ نہیں بلکہ جسے اس ملک میں رہنا ہے اسے وہی نظام اپنانا ہو گا۔ تو اگر وہی نظام ہم اسلامی ممالک میں بھی اختیار کر لیں تو انہیں کیا تکلیف ہے۔ ہم تو انہی کے غلام رہیں گے نمازیں پڑھنے کے بعد بھی غلام انہی کے ہوں گے روزے رکھنے کے بعد بھی ہمارا سر اسی طرف جھکے گا اور ہمارے دلوں میں ان کی ایک عظمت بیٹھ گئی ہے۔ وہاں کا یورپ کا کوئی پاگل گوری چمڑی والا یہاں آجائے لوگ زیارت کرنے کو ترستے ہیں کھڑے ہو کر راستے میں دیکھتے ہیں یہ کیسا بندہ ہے یہاں کسی سے جھوٹ بول دو کہ مجھے سو بندہ لے جاتا ہے یورپ پانچ پانچ لاکھ روپیہ جمع کرواؤ تو دو دنوں میں آپ کا مکان روپوں سے بھر دیں گے آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو گا کتنے لوگوں نے یہ جھوٹ بول کر کروڑوں روپے کمائے۔ لوگوں سے۔ کبھی آپ نے یہ بھی پڑھا میں مکہ عمرے کے لئے لے جا رہا ہوں حج کے لئے جا رہا ہوں اور لوگوں نے پیسے دیئے ہوں میرے بھائی اس لئے کہ ہم جس نظام میں سانس لے رہے ہیں ہماری معیشت کا انحصار جس پر ہے ہمارے قانون اور انصاف کا انحصار جس پر ہے ہمارے رہنے سہنے لینے دینے کے انداز ہمارے ٹیکسوں کا نظام ہماری حکومت سازی کا ہمارے الیکشن ہماری جمہوریت اس سب کا انداز وہ ہے جو اہل مغرب نے بنا کر ہمیں دیا ہے اب ہم چاہیں یا نہ چاہیں ہم انہیں برا کہیں یا بھلا کہیں غلامی ہم نتیجتاً انہی کی کر رہے ہیں۔

کیا اس سے رہائی کے لئے بنی آدم کی گردنوں سے شیطان کا بوجھ اتارنے کے لئے ہم نے کچھ کیا؟ مسلمان گنہگار بھی ہو انسان تو ہے یہ تو شیطان ہے مجسم شیطان ہے۔ یورپ و امریکہ کے بارے باتیں تو کی جا سکتی ہیں لیکن ایک حد تک اور جو کچھ وہاں ہوتا ہے وہ دیکھا جا سکتا ہے بتایا نہیں جا سکتا۔ ساری زندگی ایک آدمی کو آپ بتاتے رہیں اسے ایک دن آپ وہاں لے کر جائیں گے تو وہ کہے گا آپ نے مجھے کچھ نہیں بتایا اس کے باوجود ان کی غلامی سے نکلنے کے لئے ایک سال میں ہم نے کیا کیا۔ تو محاسبہ تو ہونا چاہئے۔ پچھلے دنوں مجھے ایک خط ملا میری باتوں پہ میری تقاریر پہ میرے مضامین پہ تبصرہ تھا ان میں تو وہ بڑا ہی دل جلا بندہ تھا اس نے لکھا میں نے آپ کی کیسٹیں سنیں آپ کی

تقاریر پڑھیں آپ کی تفسیر پڑھی ایک دیہاتی ملاں کی جذباتی باتیں ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں میں نے کہا چلو مجھے خوشی ہوئی کہ کوئی بندہ سچ بتانے والا بھی ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ ہم ان باتوں کو کوئی اہمیت دیتے بھی نہیں جو پندرہ منٹ بیس منٹ آدھا گھنٹہ سننے کو مل جاتا ہے اس میں ہم سنتے رہتے ہیں اس کے بعد ہم اسے جھٹک دیتے ہیں اور اس پر عمل نہیں ہوتا تو اگر سننے والے میں اس سے کوئی تبدیلی نہیں آتی تو اسے جذباتی باتیں ہی کہنا چاہئیں۔

دین تو اس بات کا نام ہے کہ جب پتہ چلا کہ میرے آقا کا ارشاد یہ ہے تو پھر دنیا بدل جائے مومن اس بات سے نہ ٹلے دین تو اس بات کا نام ہے دین اس بات کا نام نہیں ہے کہ وقتی طور پر زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگا دیں۔ آج اس ملک کا حال یہ ہے کہ آپ یہاں خواجہ خضر علیہ السلام کو حکمران بنا دیں تو وہ بھی اسلام نافذ نہیں کر سکتا تو پھر جب نفاذ اسلام کی بات ہم کرتے ہیں یہ محض بات ہے ملکی نظام چلانے کے لئے ایک مشینری ہوتی ہے جس میں بے شمار لوگ ہوتے ہیں جس میں پٹواری ایک پولیس کے سپاہی ایک عدالت کے چپڑاسی ایک جنگل کے گارڈ سے لے کر صدر مملکت تک ایک نظام ہوتا ہے جس میں بے شمار منسٹرز بے شمار دفاتر بہت بڑا نظام ہوتا ہے اس سارے نظام کا آپ کے علماء کو آپ دینداروں کو کوئی پتہ ہے کون سا عالم اس قابل ہے کہ آپ اسے ضلع کا ڈپٹی کمشنر بنا دیں اور وہ ضلع چلا لے تو اگر آپ نے نظام انہی بندوں سے چلوانا ہے جن کے حلق سے اسلام کا نام بھی نہیں اترتا تو اسلام کیسے نافذ ہو گا۔ فرشتے نافذ کریں گے؟ آپ نے جن بچوں کو دینی تعلیم دی انہیں آپ نے میدان میں جانے نہیں دیا کوئی عالم مجھے عملی میدان میں نظر نہیں آتا کہ وہ دکانداری کر رہا ہو اور تجارت کر رہا ہو کوئی پیشہ کر رہا ہو کہاں ہے کہیں بھی نہیں مسجد سے مسجد تک اور جتنے لوگوں کو آپ نے میدان عمل میں بھیجا وہ میرے آپ کے بھائی بیٹے بھتیجے ہیں ان کو ہم نے کلمہ طیبہ بھی نہیں سکھایا۔ کیسے اسلام آئے گا۔ باتوں باتوں سے۔ حکومت کے خلاف نعرے لگانے سے۔ مجھے یاد ہے جب مسلم لیگ کی حکومت ہوتی تھی تب بھی ہم اتنے ہی خفا تھے جتنے آج پیپلز پارٹی سے ناراض ہیں لیکن اس کا فرق کیا پڑا معاشرے کو اس سے ہوا کیا کچھ بھی نہیں۔

یہ ایک بڑا پرسکون اور بڑا محنت طلب کام ہے کہ معاشرے میں جو بندے کل پرزوں کی طرح کام کر رہے ہیں ان کل پرزوں پر اسلام کا رنگ چڑھایئے اس مشین کو جو معاشرے کو چلا رہی ہے اس پر سے سرخ رنگ اتاریئے اور اس پر سبز رنگ لگایئے اب اسلام کا رنگ اپنا ہے اسلام کسی رنگ پر رنگ کرنے کا نام نہیں ہے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اسلام اس بات کو نہیں کہتے کہ پہلے زرد تھا اس پر آپ نے سفید کیا اس کے اوپر سبز کیا اوپر پھر سرخ کر دیا اس کے اوپر ایک اور سبزہ پھیر دیا اسلام ہو گیا نہیں اسلام کہتا ہے پہلے کھرچ دو اسلام کی ابتداء ہی نفی سے ہوتی ہے۔ پہلے سب کی نفی کرو کہو لا الہ اب اس پر لکھو الااللہ کہ اللہ ہے یہ نہیں کہ پہلے دس بیس پچاس جو تھے ان کو نیچے بند کر کے اوپر اللہ کا نام لکھ دیں یہ اسلام نہیں ہے۔ دیار مغرب کی عظمت' طرز معاشرت کی عظمت پر اسلام کے قوانین کی عظمت ثابت کیجئے عملی زندگی میں جوئے کے مقابلے میں تجارت کو میدان عمل میں لایئے درس دینے والے لوگ خود میدان میں آئیں خود محنت کریں خود تجارت کریں خود کاروبار زندگی کریں خود ملازمتیں کریں آپ کہتے ہیں پولیس چور ہے تو دیانت دار لوگ پولیس میں بھرتی ہو کر ثابت کریں کہ دیانت داری سے زندہ رہا جا سکتا ہے آپ کہتے ہیں عدلیہ رشوت لیتی ہے تو عدلیہ کو آپ وہ بیٹے دیں جو دیانت دار ہوں جو رشوت نہ لیں جن کی نظر قرآن و حدیث پر ہو جو ارشادات باری اور اقوال پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننے والے ہوں اگر نہیں تو دعویٰ اسلام مذاق ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی نعرے۔ لگتے رہیں گے چندے ہوتے رہیں گے لوگ پلتے رہیں گے بندے مرتے رہیں گے ان کی جگہ ان کے جانشین آتے رہیں گے۔ غریب

لٹتے رہیں گے حکومت ٹیکس لگا کر لوٹ لے یا مولانا چندہ لے کر لوٹ لے غریب دونوں ہاتھوں لٹتا رہے گا۔ نہ مولانا انصاف دے سکے نہ پیر صاحب انصاف دے سکے نہ حکومت انصاف دے سکتی تو ان سب ڈاکوؤں میں کیا فرق ہے۔ اسلام کچھ دینے کا نام ہے لینے کا نہیں۔ یہ جو لینے کا قانون تھا یہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پوری دنیا پہ تھا ہر طاقت ور کمزور سے ہر چیز چھین لیتا تھا آبرو چھین لیتے تھے مال چھین لیتے تھے جان چھین لیتے تھے چھیننا ہی کمال سمجھا جاتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین پیش فرمایا اسے ماننے والے معاشرے کو دینے پر آ گئے جو جس کے پاس تھا دوسرے کو دیتا تھا مال دیتے تھے دوسروں کے لئے جان دیتے تھے اپنا وقت دوسروں کو دیتے تھے دوسروں کے دکھ اور تکلیف میں شریک ہوتے تھے خوشیاں دوسروں کو بانٹتے تھے یہ اسلام تھا آج ہم اپنے معاشرے کا آپ آج کا اندازہ کریں ہم صرف لینے پر ہیں پیر صاحب لینے پہ بیٹھے ہیں مولانا لینے کے فکر میں ہیں دینے والا کوئی نہیں بلکہ نہ دینا کمال سمجھا جاتا ہے۔

کل کے اخبار میں وزیر اعظم کا بیان تھا کہ لندن بیٹھ کر جو لوگ کراچی میں دہشت گردی کرا رہے ہیں قوم انہیں معاف نہیں کرے گی۔ قوم کیا کر رہی ہے ان کا کیا بگاڑے گی قوم جو کچھ کر سکتی تھی وہ کر گزری قوم نے ایک انسی چیوشن ایک ادارہ بنایا اس کو اقتدار سونپ دیا اس کے بعد تو قوم کی ذمہ داری ختم ہو گئی قوم کی ذمہ داری تو یہ تھی کہ اس نے اپنے پوری خلوص سے پوری دیانت داری سے ملک کی باگ دوڑ آپ کے ہاتھوں میں سونپ دی اب جس کام کے لئے آپ لوگوں کو منتخب کیا گیا ہے اگر وہ بھی قوم ہی نے کرنا ہے تو آپ کا مصرف کیا ہے پھر اس ملک کا حال کیا ہو گا جس کی حکومت یہ کہتی ہے کہ ایک بندہ جو لندن میں بیٹھا ہے وہ ملک میں فساد کرا رہا ہے جو لوگ ملک میں بیٹھے ہیں ان کے پاس پوری ملک کی آرم فورسز بھی ہیں ان کے پاس وہ ادارے بھی ہیں سیکرٹ ایجنسیز بھی ہیں پولیس بھی ہے کروڑوں اربوں روپے سالانہ اس دفاعی نظام پہ خرچ ہوتا ہے اور اس ایک آدمی کا ہاتھ یہ سب مل کر نہیں روک سکتے تو پھر لعنت ہے سب پر کیا فائدہ یہ سارا سسٹم ہونے کا پھر ہم کس بات پہ خوش ہیں کہ انڈیا حملہ کر دے گا تو ہم دانت کھٹے کر دیں گے ایک بندے سے تو پورا ملک لڑ نہیں سکتا کوئی ملک لڑ پڑے گا تو اس کا کیا بگاڑ لو گے۔

لیکن یہ سب کیا ہے یہ میری آپ کی دیانت ہے یہ میرے اور آپ کے دیئے ہوئے ووٹ ہیں یہ میرے اور آپ کی اسلام کے ساتھ وفائیں بول رہی ہیں۔ یعنی عملی زندگی میں ہم نے ایسے لوگوں کو ملک کی تقدیر سونپ دی۔ یعنی عملی زندگی میں ہم نے ایسے لوگوں کو ملک کی تقدیر سونپ دی جن کا حال یہ ہے اور واپس آ کر سارے تہجد پڑھتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اب تک وہاں سے جو قرض لیتے ہیں انہوں نے بھی اتنی بڑی بڑی داڑھیاں رکھی ہیں ہاتھ میں تسبیح بھی ہوتی ہے یہ کون سا اسلام ہے؟ کہاں کا اسلام ہے؟ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک غریب سے لے کر صدر مملکت تک سب لوٹنے کے چکر میں پڑ گئے ہیں سب لینے کی فکر میں ہیں کسی کا مال چھین لیں کسی کا وقت چھین لیں کسی کی آبرو چھین لیں کچھ مل جائے کہیں سے مل جائے وہ لیتے چلے جائیں گے۔ یہ اسلام نہیں ہے یہ ہمارے کردار کی بڑی بھیانک تصویر ہے۔

اسلام یہ ہے کہ اللہ کریم نے فرمایا تمہیں بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ تم بنی آدم کو کچھ دے سکو اخرجت للناس۔ اولاد آدم کو آدمیت دے سکو۔ انسانی حقوق تو اسلام نے کافر کو بھی دیئے ہیں کافر کی مال جان آبر کوئی نہیں چھین سکتا اس کا تحفظ بھی کیا جانا ضروری ہے اور یہاں کلمہ گو کی مال جان آبرو محفوظ نہیں ہے۔ اسلام میں کافر کا گھر بھی جلایا نہیں جا سکتا یہاں لاشے روز تڑپتے ہیں۔ کون کر رہا ہے یہ کیوں کر رہا ہے؟ اور اس کے جواب میں میں نے' آپ نے' دعوئ اسلام رکھنے والوں' متقی اور پرہیز گاروں نے' کیا عملی کوشش کی۔ کس کو فساد سے بچایا۔ کہاں قیام امن کی

کوشش کی، کہاں دیانت داری کا مظاہرہ کیا۔ کس کو دیانت داری کا سبق سکھایا۔ معاشرے کو ہم نے کتنے دیانت دار اور دین دار بچے دیئے جو معاشرے میں جا کر مثبت تبدیلی لائیں۔ اگر نہیں تو ہم بھی مذاق ہی کر رہے ہیں۔ سو میرے بھائی! جو میں سمجھا ہوں اللہ کریم نے جو سمجھ مجھے عطا کی ہے اساتذہ کرام کی جوتیوں میں بیٹھ کر جو میں نے حاصل کیا ہے میری دانست میں ایمان تمام عبادات کا مجموعہ ہے۔ فرائض و واجبات و سنن کا مجموعہ جو ہے اس کا نام ایمان ہے اور عمل صالح یہ ہے کہ آپ بنی آدم پر سے انسانوں کی خدائی کا طوق اتار کر اللہ کی عظمت کے سامنے بندوں کو کھڑا کریں۔ بتوں کی خدائی سے فرعونوں کی طاغوتی خدائی سے شیاطین کے طاغوتی تسلط سے انسانوں کی بنی آدم کی گردنیں رہا کی جائیں اگر اگر ہمیں اس کی فکر نہیں ہے اگر ہم اس کے لئے عملی کام نہیں کر سکتے اگر اس کے لئے ہم نے کچھ نہیں کیا اس کی ابتداء کم از کم اس ایک وجود سے تو ہو سکتی ہے اگر کسی ڈاکو کو ہم نہیں روک سکتے تو اس وجود کو تو دوسرے کا حق چھیننے سے روک سکتے ہیں اس ایک کو تو دوسرں کی آبرو پہ نظر رکھنے سے روک سکتے ہیں اس ایک کو تو دوسرے کے ساتھ بددیانتی کرنے سے روک سکتے ہیں اس ایک وجود کو بھی روک لیں تو اتنا تو اسلام ہم نے نافذ کر دیا کہ اس ایک وجود پر وہ نافذ ہو گیا اگر یہ ایک وجود اپنے ساتھ کم از کم اپنے گھر والوں کو ہی ملا لے دو چار بچے بچیاں بیوی اہلیہ بھائی بہن تو معاشرے کے دس پندرہ افراد پر تو اسلام نافذ ہو گیا ہر بندہ بارہ کروڑ کے اس ملک میں پاکستان کا بارہ کروڑواں حصہ ہے ایک بندے پر اگر آپ نے اسلام نافذ کر دیا تو پاکستان کے بارہ کروڑویں حصے پر آپ نے نافذ کر دیا۔ یہ ایک فرد نہیں ہے یہ بارہ کروڑواں حصہ اس ملک کا اگر اس ایک حصے کے ساتھ آپ نے دس پندرہ بیس پچاس ملا لئے تو یہی نفاذ اسلام کا طریقہ ہے۔ یاد رکھیں کبھی بدمعاشوں چوروں اور بے دینوں کے ہاتھوں نہ اسلام نافذ ہوا ہے اور نہ ہو گا۔ آپ بے شک جمیعت اکٹھی کرتے رہیں لوگ اکٹھے کرتے رہیں کروڑوں افراد جمع کر لیں ہنگامے کر لیں۔ اس کا امکان ہے کہ آپ اقتدار میں آجائیں اس کا کوئی امکان نہیں کہ آپ اسلام نافذ کر سکیں۔ اسلام نافذ کرنے کی توفیق انہی لوگوں کو نصیب ہو گی جو سب سے پہلے اسے اپنے آپ پر نافذ کریں گے۔ کبھی غلط فہمی نہ رہئے گا کہ جو کچھ بھی کر لیں آخر ہم نفاذ اسلام میں کام آجائیں گے شہید ہو جائیں گے کبھی ایسا نہیں ہو گا انہیں کو یہ عظمت نصیب ہو گی جو پہلے اسلام کو اپنے وجود پر نافذ کرنے کی سعادت پائیں گے بے دینوں کے ہاتھون دین کا نفاذ نہیں ہو سکے گا اور دین داروں کا طبقہ جس دن وجود میں آگیا جس دن کچھ لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ ہمارا نصیب العین اسلام ہے اس سیلاب کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔ یہ ایک بار کی نہیں چودہ سو سال کی آزمائی ہوئی تاریخ ہے اس پر مجھے یقین ہو نہ ہو آپ کو اعتبار ہو نہ ہو مغرب کا کافر اس بات کو سمجھتا ہے اور جتنے محققین ہیں مغرب کے متشرقین کی رائے آج بھی یہی ہے کہ دنیا میں اگر اہل مغرب اور اہل یہود و نصاریٰ کے لئے اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ لوگ جو عملی طور پر اسلام کو اپنا لیں۔

میں ایک عام دیہاتی انسان ہوں بالکل ایک عام آدمی کھیتی باڑی کرنے والا کوئی حیثیت نہیں ہے میری اس کے باوجود مغرب کی اس فہرست میں میرا نام موجود ہے جو دنیا میں خطرناک لوگوں کی فہرست ہے تو میں نے کیا کر دیا وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگوں سے کہتا ہے کہ عملاً" اسلام اپناؤ۔ یعنی یہ ان کے نزدیک سب سے خطرناک کام ہے اور سب سے خطرناک آدمی وہ ہے کہ جو عملی طور پر لوگوں کو اپنے لین دین میں اپنی معاشرت میں عبادت سے آگے نکل کر کاروبار میں دوستی اور دشمنی میں اسلام اپنانے کے لئے کہے وہ ان کے نزدیک سب سے خطرناک آدمی ہے وہ بڑا خوبصورت جملہ انہوں نے لکھا ہے میرے بارے میں He is creating Fundamentalism کہ یہ بنیاد پرستی کو ہوا دے رہا ہے۔ یعنی پتہ نہیں دوستوں کو یقین آتا ہے یا

نہیں دشمنوں کو اعتبار ہے کہ جو کام یہ کر رہا ہے یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

سو میرے بھائی جذبات کی حدود سے آگے نکلئے زندگی کے لمحے ختم ہوتے دیر نہیں لگتی اور کوئی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کچھ نہیں بگاڑ سکتی جب اللہ حفاظت کرنے والا ہو اور اگر اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے کوئی کام آجائے تو اس سے بڑی منزل کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اس سے بڑی کیا بات ہے اس سے بڑا کونسا درجہ ہے اور اس سے بڑی کونسی حثیت ہے کہ مرنے والا موت کو بھی شکست دے دے اللہ کریم منع کردیں کہ خبردار اسے مردہ نہ کہو اس کے لئے مردہ ہونے کا گمان مت کرو لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ کبھی ذہن میں یہ وسوسہ مت لاؤ کہ یہ بندہ مرچکا ہے اس سے بڑا حیات کا کیا تصور ہے۔

میری آج کی باتیں جذباتی نہیں ہیں میں آپ کو جذبات میں الجھانا بھی نہیں چاہتا میں آپ کو حقائق سمجھانا چاہتا ہوں جرات پیدا کیجئے حقائق کو قبول کرنے کی اور اللہ سے وہ جرات مانگئے جو آپ کو عملی زندگی میں تبدیلی کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک ایک بندے کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سپاہی بنائیے اپنے وجود سے لے کر اپنے دوستوں اپنے اعزہ اپنے جاننے والوں تک۔ پچھلے دنوں لاہور میں ایک سکالر تقریر فرما رہے تھے میں بھی اسٹیج پہ بیٹھا تھا انہوں نے فرمایا اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش گوئیوں کا تجزیہ کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس خطے میں اسلام کا احیاء ہو گا اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں ہو گا لیکن ان کا تجزیہ یہ تھا کہ سمجھ یوں آتا ہے کہ ہندوستان اس ملک کو فتح کرے گا اور مسلمانوں کو قتل کر دیں گے ہندو۔ اور ہندو اسلام قبول کر لیں گے پھر وہ اسلام کے احیاء کا کام کریں گے۔ میرے عقل پتھرا گئی کہ اتنا لمبا چکر مارنے کی کیا ضرورت ہے خدا انہی کو توفیق دے دے۔ مگر کل میں نے ان کی ایک تقریر پڑھی۔ سنی نہیں۔ اس میں انہوں نے اتنی ترقی فرمائی ہے کہ شاید تبلیغی جماعت والوں کو ہی اللہ جہاد کی بات سمجھا دے اور ان میں کوئی جہاد کی روح پھونک دے اور یہی لوگ تبدیلی کا سبب بن جائیں۔ میں نے کہا چلو الحمداللہ آپ ہندوؤں سے تو آگے آگئے۔

ہمارے دانش ور ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ میرے اور آپ کے عمل کو دیکھ کر۔ جب ہم خلاف اسلام قوانین پر، خلاف اسلام معاشرے پر، خلاف اسلام زندگی کے اسالیب پرٹس سے مس نہیں ہوتے تو دانش ور کا سوچنا کوئی اتنی عجیب بات نہیں ہے۔ ہمارے حالات کو اگر دیکھا جائے تو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ انہوں نے تو کفر کے ساتھ سمجھوتہ کر رکھا ہے شاید کوئی کافر اسلام قبول کر لے اور وہ کفر کے خلاف ڈٹ جائے یعنی ہمارا جو عملی زندگی کا حال ہے یہ ہے ایسا کہ دیکھنے والا یہ کہہ اٹھتا ہے کہ انہوں نے تو کفر کو قبول کر لیا۔ یعنی سودی نظام ہے معاش کا قانون غیر اسلامی ہے سیاست کلیتہً غیراسلامی ہے تو باقی بچا کیا اسلام کے پاس اور ہم سب اس میں برابر کا حصہ لیتے ہیں۔ ہمارا معیار یہ ہوتا ہے کہ جو یہاں سڑک بنا دے اسے ہم ووٹ دیں گے جو یہاں کنواں خواہ وہ ہندوستان کا کوئی سکھ ہو کوئی مغرب کا عیسائی ہو یہ شرط نہیں ہوتی ہمیں یہ سوال نہیں ہے کہ وہ بندہ چور ہے دیانت دار ہے بددیانت ہے اس منصب کا اہل ہے نہیں ہے نیک ہے بدکار ہے وہ مسلمان ہے یا کافر ہے اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے یہ سڑک بنا دے یہ کنواں بنا دے یار یہ تو ہماری سوچ اور فکر ہے بنیادی طور پر ہم اسے ووٹ دیتے ہیں کہ جو کل تھانے کچہری میں کام آئے گا گویا ہم نے جرم ہی کرنے ہیں اور ہمیں کوئی سفارشی ہی چاہئے۔ تو اس کردار کو دیکھ کر ہمارا وہ دانش ور کہہ اٹھا کہ ان لوگوں سے تو اسلام کی توقع نہیں ہے شاید کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرے اور اس کا ایمان تازہ تازہ ہو اور کفر کے مقابل ڈٹ جائے لیکن میری دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں کو توبہ کی توفیق دے۔

انشاء اللہ العزیز نفاذ اسلام ہو گا اور اس کی بنیاد یہی

وطن عزیز بنے گا۔ اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے اور جس جس کی نظر سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیش گوئیاں گزریں گی اسے کبھی کوئی شبہ نہیں ہو گا اگر وہ مسلمان ہے تو۔ بلکہ کافروں کو بھی یقین ہے صرف مسلمانوں کو نہیں۔ مستشرقین قرآن و حدیث اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں آج اہل مغرب دنیا کے کسی دوسرے ملک سے اس قدر ہراساں نہیں ہیں جتنے اس ملک سے جب کہ یہاں کوئی کام کا بندہ ہمیں نظر ہی نہیں آتا۔ میں اور آپ یہاں بڑے دین دار ہیں کیا ہے ہمارے پاس ہمیں اپنی بڑی پارسائی کا دعویٰ ہے تو ہم کفر کا کیا بگاڑ سکتے ہیں کچھ بھی نہیں پھر وہ ڈرتے کیوں ہیں مجھ سے آپ سے نہیں ان پیش گوئیوں پر جب ان کی نظر جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ضرور انہی سنگریزوں میں کوئی ہیرا پڑا ہو گا پھر انہیں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہاں کوئی روکنے کا تدارک کرو یہاں کوئی فساد کراؤ یہاں لوگوں کو قتل کراؤ یہاں لوگوں کے گھر جلنے چاہئیں ان کے شہروں میں افرتفری ہونی چاہئے ان لوگوں پر بوجھ پڑنا چاہئے ان کی معیشت نچوڑ لو ان سے دولت چھین لو ان سے روٹی کا نوالہ تک چھین لو انہیں بے اثر کر دو۔ حقیقت میں یہ وہ فرعون ہیں جو موسیٰ کو روکنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ فرعون کے غلام تھے بنی اسرائیل آنکھ اٹھا کر قبطیوں کے سامنے بات نہیں کر سکتے تھے اس کے باوجود جب اس نے پیش گوئی سنی تو انہی کے بچے قتل کرانے پہ لگ گیا اس کے پیچھے وہی بات ہے کہ وہ بندہ مارا جائے جس سے یہ خطرہ ہو کہ یہ اسلام کے احیاء کا سبب بن جائے گا بے وقوف ہیں۔ جس سے اللہ نے یہ کام لینا ہے اسے وہ نہیں مار سکتے نہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو مار سکا اور نہ آج فرعون آج کے موسیٰ کو قتل کر سکے گا اگر اللہ نے یہ نعمت اس ملک کے لوگوں کے حصے میں رکھی ہے تو انشاء اللہ العزیز یہیں سے ہو گا۔

میری درخواست یہ ہے کہ ہم سے کچھ بھی نہ ہو سکے تو احیائے اسلام کی کوشش کرنے والوں میں اپنے نام تو لکھوالیں اتنا تو کر جائیں کہ ہمارے لکھنے والے فرشتے کسی خانے میں یہ دو حرف بھی لکھ دیں کہ اس کے دل میں بھی یہ چوٹ لگ گئی تھی اس کے دل میں بھی یہ بات جم گئی تھی کہ میں بھی احیائے اسلام کے لئے کوشش کروں عمل کر جاؤں۔ اور فرشتہ جھوٹ بولنے سے نہیں لکھتا وہ بات لکھتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے وہ بات اللہ کو قبول ہے جسے آپ لفظ نہ بھی دے سکیں آپ کا دل اس کی بارگاہ میں پہنچا دے وہ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا محتاج نہیں ہے وہ دلوں میں پیدا ہونے والے جذبات کو خوب جانتا ہے ہماری ساری محنت ہماری ساری عظمت اس میں ہے اور یہ یاد رکھئے اسلام کا نفاذ نہ میرا محتاج ہے نہ تمہارا یہ اللہ کا دین ہے اور یہ اللہ نے ہمیشہ کے لئے نازل فرمایا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی عظمت کا سوال ہے ختم نبوت کے تاج اور سلطنت کا سوال ہے اور اس تاج کو کافروں کی معاندانہ کوششیں کبھی نہیں چھین سکتیں یہ ختم نبوت کا تاج یہ اکمال دین کا تاج یہ دین اسلام کا تاج یہ دین اسلام کی عظمت کا سورج ہمیشہ جگمگاتا رہے گا اگر اس پر غبار آیا ہے تو اب غبار کے چھٹنے کی باری بھی آئی ہے پھر سے اپنی عظمت کو پہنچے گا اس کی کرنیں چار سو عالم میں پہنچیں گی اور عظمت رسالت کا اعلان پھر سے ہونے والا ہے میری اور آپ کی ہمت یہ ہے کہ اس قافلے میں اپنا نام بھی لکھوا لیں۔ نہ اللہ اور نہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا محتاج ہے وہ چاہے تو کنکروں پتھروں سے اپنا کام لے سکتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت عطا فرما دی لیکن ذاتی تجلیات سے ایک درخت کو بقعہ نور بنا دیا اللہ کا نبی اولوالعزم رسول متحیر کھڑا ہے کہ یہ کیا شعلے اٹھ رہے ہیں اس درخت سے فرمایا شعلے نہیں ہیں۔

انی انا ربک۔ میں تیرا پروردگار ہوں اور میں محتاج نہیں ہوں بندوں کا یہ دیکھ درخت بھی میرا پیغام پہنچا رہا ہے میری تجلیات تجھ تک پہنچا رہا ہے میرے جمال کا

آئینہ بنا ہوا ہے وہ میرا تیرا محتاج نہیں ہے اس کا پیغام درخت پتھر کنکر پہنچا سکتے ہیں ہوائیں فضائیں پلٹا کھا جاتی ہیں لوگوں کے دل پل بھر میں بدل جاتے ہیں جس سے چاہے اپنا کام لے سکتا ہے ہماری سعادت یہ ہے کہ ہم اپنا نام ان غلاموں میں لکھا جائیں جن کے دل میں واقعی احیائے اسلام اور نفاذ اسلام کا درد ہو ہمت کیجئے اس وجود پر اسلام کو نافذ کیجئے اس کے متعلقین پر کیجئے جہاں تک میری آپ کی بات پہنچے جہاں تک کوئی ہماری بات سنے جہاں تک کوئی ہماری بات قبول کرے سب سے پہلی محنت یہ کیجئے کہ وہ اسلام کو عملی طور پر اپنا لے اللہ کریم اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(بیان اجتماع لنگر مخدوم 13 اکتوبر 1995ء)

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے بغیر ولایت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے بے نیاز ہو کر ولایت کا دعویٰ کرے تو وہ یقیناً جھوٹا ہے اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

(حضرت مولانا اللہ یار خان رح)

بندگی

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ کے ساتھ تعلق کا سب سے پہلا اثر جو انسان پر مرتب ہوتا ہے وہ اللہ کی عظمت کا احساس اور اس کے مقابلے میں اپنی کم حیثیتی اپنی بے مائیگی اپنی احتیاج اپنی کمزوری سامنے آجاتی ہے یوں تو بندے سب ہی اللہ کے ہیں مخلوق تو ساری اسی کی ہے یہاں بندے سے مراد وہ خاص بندے ہیں جنہوں نے حق بندگی بھی اللہ کے لئے مختص کر رکھا ہے اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہیں کرتے۔ کسی سے امیدیں وابستہ نہیں کرتے کسی کے خوف میں آکر اللہ کی نافرمانی پہ کمربستہ نہیں ہو جاتے کسی لالچ میں آکر اللہ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے یعنی بندگی کی جتنی صورتیں ہیں انہوں نے اللہ کریم کے لئے مختص کر رکھی ہیں اور وہ بجا طور پر اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں اللہ کے بندے کہا جائے ورنہ بندے تو سارے اسی کے ہیں وہ جو کسی نے کہا تھا۔

مالک سب کا ایک ہے مالک کا کوئی ایک
لاکھوں میں تو کوئی نہیں ہے اربوں میں جا کے دیکھ

مالک تو سب کا ایک ہے لیکن اپنی نادانی سے اللہ جل شانہ کے ساتھ تعلق کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے غفلت سے بے شمار دروازوں پر انسان کی پیشانیاں جھکتی ہیں امیدیں وابستہ رہتی ہیں اور جو سب سے ہٹ کر اللہ سے امید وابستہ کرے اللہ کریم فرماتے ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ زمین پر قدم رکھتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔

یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ عاجزی ان کی رفتار سے عیاں ہوتی ہے ان میں تکبر نہیں رہتا اپنی بڑائی کی بات ان کے دل سے نکل جاتی ہے اللہ سے غفلت کا سب سے بڑا وبال یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگتا ہے اور ایسی بیماری ہے کہ اگر آپ غور فرمائیں گے تو بادشاہ میں تکبر ہو تو اس کی کوئی دلیل بنتی ہے کہ اس کے پاس سلطنت ہے دولت ہے کوئی امیر ہو تو بات بنتی ہے کہ کچھ دولت یا اقتدار کا اثر ہے یہ ایسی عجیب بات ہے کہ اللہ سے جو غافل ہے وہ تکبر ہے خواہ وہ گداگر ہی کیوں نہ ہو۔ جسے بھی عظمت الٰہی کا احساس نہیں رہا وہ اپنے آپ کو بہت بڑی بلا سمجھتا ہے۔ خواہ وہ گداگر کر کے روٹی کھاتا ہو معذور ہو اندھا ہو اپاہج ہو بالکل ہی بے بس اور بے کس بھی ہو بات کرے گا تو اکڑ کر کرے گا اور اس میں انانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہو گی بات کرے گا تو کہے گا میں نہیں مانتا میں یہ کروں گا میں وہ کروں گا۔ یہ ایک بیماری ہے مرض ہے کسی نہ کسی صورت میں اللہ کے ساتھ تعلق ہو تو انسان کے پاس چاہے اقتدار ہو دولت ہو طاقت ہو تو جب بھی آپ اس کی رائے معلوم کریں گے تو یہی ہو گی کہ یہ تو اللہ کی دین ہے میں تو بے کس انسان ہوں میں تو ایک عاجز آدمی ہوں اس کی مرضی اس نے مجھ پر یہ احسان فرمایا مجھے یہ استعداد بخش دی

میں یہ کام کر رہا ہوں۔

لیکن اگر اللہ سے تعلق ٹوٹ جائے تو کچھ بھی نہ کر سکتا ہو پھر بھی اپنے آپ کو سب کچھ سمجھتا ہے چونکہ بنیادی طور پر اسلام میں داخل ہونے والا ہر فرد یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ میرا اللہ کریم کے ساتھ تعلق ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ بات صرف ایک طرف سے نہیں بنتی یعنی ایک آدمی خود دعویٰ کرتا رہے تو بات نہیں بنتی بات تو تب بنتی ہے جب وہ دعویٰ قبول بھی کر لیا جائے کہ واقعی یہ میرا بندہ ہے۔

تو رب جلیل نے یہ ارشادات اس لئے فرما دیے کہ جو بھی دعویٰ کرے اللہ کا بندہ ہونے کا وہ اپنے آپ میں ان چیزوں کا مشاہدہ کرے اپنا جائزہ لے اپنے آپ کو دیکھے اپنی سوچ کو دیکھے اپنے کردار کو پرکھے اور اندازہ کرے کہ واقعی اللہ کا بندہ ہے یا محض دعویٰ ہے تو فرمایا سب سے پہلی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ عجز کا پیکر ہوتے ہیں نیازمندی ان میں ہوتی ہے کمال کو اپنا کمال نہیں سمجھتے اگر ان کے پاس ہو بھی تو اسے اللہ کی عطا جانتے ہیں۔

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ اور نادان بے علم جاہل اللہ کی عظمت سے ناآشنا لوگ اگر ان سے جھگڑا کرنا چاہیں تو محض اپنی برتری جتانے کے لئے لیکن وہ میدان مناظرہ گرم نہیں کر لیتے بلکہ قَالُوْا سَلٰمًا معذرت کر لیتے ہیں۔ تم اپنا کام کرو یہ بڑی عجیب بات ہے مناظرہ تو جب سے ظہور اسلام ہوا تب سے اب تک آ رہا ہے اور جو پہلے انبیاء علیہم السلام رہے وہ بھی کفار کے ساتھ کرتے رہے پھر ان کے متبعین جو حق پر تھے وہ باطل والوں سے کرتے رہے اور آج بھی ہے اور قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔ تو جب کوئی جہالت کی بات کرتا ہے تو وہ معذرت کر لیتے ہیں۔

مناظرے کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک صورت ہوتی ہے اپنی بات کو منوانے کی اپنی پارٹی کو جتوانے کی جو اپنا نظریہ اور خیال ہے اسے لوگوں پر مسلط کرنے کی یہ شرعاً حرام ہے دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی شخص اصلاح کے لئے جاننا چاہتا ہے اسے بتانا فرض ہے جو آپ جانتے ہیں وہ اسے بتانا فرض ہے تیسری صورت مناظرے کی یہ بنتی ہے کہ ایک آدمی تو اپنی اصلاح نہیں چاہتا محض جھگڑا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ جھگڑا سرے بازار کرتا ہے اور ایسی باتوں اور ایسی خرافات کا اعلان کرتا ہے تو اگر ان کا رد نہ کیا جائے تو دوسرے سادہ لوح لوگوں کے بھٹکنے کا یا گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اس صورت میں مناظرہ جائز ہو جاتا ہے اس کے لئے جس کے پاس اس کا علم ہو اس صورت میں مناظرہ جائز ہو جاتا ہے اس کے لئے جس کے پاس اس کا علم ہو جو خود سمجھتا ہو اور جو رد نہ کر سکتا ہو اس کے لئے پھر بھی جواز کوئی نہیں ہوتا کہ وہ انشنٹ مار کر مزید اس کی تائید ہی کرے گا۔ جس طرح آج ہمارے بیشتر علماء کو میں نے خود دیکھا ہے۔

ایک چھوٹا سا کتابچہ مجھے ایک مولوی صاحب نے دیا اس میں انہوں نے کوئی چالیس یا بتالیس اعتراضات اہل تشیع کی طرف سے نقل کر کے جواب دیے تھے تو میں نے کہا آپ اسے شائع نہ کریں اس لئے کہ جتنے سوال آپ نے نقل کئے ہیں یہ ہر آدمی کی سمجھ میں آتے ہیں جو جواب آپ نے دیے ہیں ان میں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ بعض لوگوں کو مطمئن کریں گے بعض کو نہیں کرتے جو لوگ ان کے ان اعتراضوں سے واقف ہی نہیں آپ ان کو کیوں یہ اعتراض پڑھانا چاہتے ہیں اگر آپ لکھنا ہی چاہتے ہیں تو مسلسل ایک مضمون لکھ دیں جس میں ان باتوں کا رد غیر شعوری طور پر آ جائے لیکن آپ ان کی طرف سے وکیل کیوں بنتے ہیں اپنا پیسہ خرچ کر کے ان کے اعتراض لوگوں کو کیوں سکھاتے ہیں۔ آپ کی شہرت تو ہو جائے گی لیکن لوگوں کو فائدے سے زیادہ شاید نقصان پہنچے۔

اس طرح تقریر میں بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے مرزائی یہ کہتے ہیں فلانا یہ کہتا ہے فلاں یہ کہتا ہے لیکن اس کا جواب نپے تلے جچے تلے انداز میں یا عام فہم انداز میں یا لوگوں کو مطمئن کرنے کے انداز میں نہیں دے پاتے تو ایسے

صورت حال میں اس طرح کی گفتگو ممنوع ہے جائز نہیں مناسب نہیں صرف اس صورت میں جائز ہے کہ یا تو سننے والا وہ بات سمجھنا چاہتا ہو اسے سمجھا دے اصلاح کے لئے چاہتا ہے پھر وہ جتنی دیر بات کرے اسے سمجھائیں اگر وہ محض اپنی بات منوانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ بات کرنے کی ضرورت نہیں جب کہ آپ کو تسلی ہو گئی ہے کہ غلط کہتا ہے تو غلط بات آپ سے کیوں منوانا چاہتا ہے پھر اسے معذرت کر لیں اور تیسری صورت جو میں نے عرض کی کہ کوئی آدمی سر بازار بعض باتیں بعض عقائد بعض واقعات کہتا ہے حالانکہ وہ غلط ہیں اور اگر اسے رد نہ کیا جائے تو عام لوگوں کی گمراہی کا خطرہ ہے تو بغیر اس کے سوالوں کے دہرانے کے ان کا رد واجب ہے جو اس کی تردید ہے جو حقائق ہیں اس کو بتائے جائیں اور محض اپنی برتری جتانے کے لئے یا اپنے آپ کو بڑا عالم ثابت کرنے کے لئے یا اپنا رعب جمانے کے لئے بحث میں الجھنا اللہ کریم کی بارگاہ میں پسند نہیں جب اپنی بڑائی انسان کو مطلوب ہی نہیں تو اس کی غرض سے الجھے گا کیوں بلکہ وہ اس کام میں الجھنے کے بجائے دوسرا کام کرتے ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ وہ کہتے ہیں جتنی دیر یہ جھگڑا کریں گے اتنی دیر اللہ کی عبادت ہم کیوں نہ کریں اتنی دیر نوافل پڑھ لیں گے تلاوت کر لیں گے ذکر کر لیں گے۔ میں نے ایک دفعہ رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کی حالات میں پڑھا تھا کسی نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کی باتیں بڑے غور سے سنتے ہیں آپ کی باتوں کی قدر کرتے ہیں آپ تبلیغ بھی کرتی ہیں میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے کبھی شیطان کی برائی بھی کی ہو ہر طرح کے لوگ ہیں کم از کم لوگوں کی برائی سے تو لوگوں کو اگاہ کرنا چاہئے تو انھوں نے کہا وقت بھی ایک جیسا خرچ ہو گا زبان بھی حرکت کرے گی تو اتنی ہی دیر میں اسی طاقت سے اللہ کی صفت کیوں نہ بیان کر لوں جتنی دیر میں شیطان کی برائی بیان کروں گی شیطان کی برائی بیان کرنا کوئی مجھ پر فرض عین تو نہیں ہے میں خواہ مخواہ شیطان کو برا کہنا شروع کر دوں اور اللہ کی حمد تو میری ذمہ داری ہے میری ڈیوٹی ہے اللہ کا ذکر تو مجھ پر فرض ہے۔ تو جو بات میرے ذمے ہے جو میری ذمہ داری ہے میں وہ کیوں نہ کرو وقت بھی اتنا لگا جائے گا زبان بھی اتنی ہی چلے گی طاقت بھی اتنی ہی لگے گی۔

تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میرے بندے بجائے فضول بحثوں میں الجھنے کے بجائے اپنی برتری جتانے سے اس بات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں کہ وہ میری بارگاہ میں **سربجسود** رہیں مجھے یاد کرتے رہیں میری مدح و ثنا کرتے رہیں اور اس سب کے باوجود ان کی راتیں میری یادمیں بسر ہوتی ہیں ان کے دن میری عبادت میں بسر ہوتے ہیں وہ کاروبار میں میری اطاعت کا خیال رکھتے ہیں وہ اعمال میں میری حکم عدولی سے بچنا چاہتے ہیں اس ساری محنت کے باوجود پھر وہ کہتے ہیں کہ اللہ کریم اگر تو نہ بچائے تو ہم تو جہنم میں گر جائیں گے ہماری محنت ہمیں پار نہیں لگا سکتی کسی بھی وقت کوئی بھی لغزش تباہ کر دے گی اس لئے اے ہمارے رب تو ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھ کہ اس کا عذاب تو بڑا ہی تباہ کرنے والا ہے اور برباد کرنے والا ہے اور پھرا نہیں اپنی عبادت پہ اپنے سجدوں پہ ناز نہیں ہوتا اس لئے کہ انسان کتنی بھی عبادت کرتا رہے اللہ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ عبادت سے کسی ایک عبادت کا حق شکر بھی ادا نہیں ہوتا۔

بخاری شریف میں ایک حدیث ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جب اس نے دین پڑھا دین سیکھا تو اس قدر بیزار ہوا لوگوں سے کہ وہ بالکل ہی آبادیوں سے کٹ کر ویرانوں میں چلا گیا اور بنی اسرائیل میں تو رہبانیت بہت تھی بڑا درجہ رکھتی تھی ویرانہ بھی ایسا تھا کہ کسی سمندر میں چھوٹا سا ٹاپو سا تھا کوئی پہاڑی اوپر نکلی ہوئی تھی اس پر اور کوئی ذی روح نہیں تھا وہ کسی طریقے سے اس پر پہنچ گیا اور اسی پر رہا۔ حضو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ وہ شخص وہاں چار سال رہا اس زمانے میں عمریں طویل ہوا کرتی ہوں گی چار سو سال

میں وہ وہاں سے واپس نہیں آیا وہ کسی سے ملا نہیں اس نے کسی سے بات نہیں کی اور رب جلیل نے اس شخص کے لئے چشمہ جاری فرما دیا پہاڑی میں جس سے وہ پانی پیتا تھا اس شخص کے لئے سارا سال وہاں مختلف پھل اگتے رہتے تھے اس نے پکانے کی زحمت نہیں کی اس نے کوئی کام نہیں کیا اس چشمے سے پانی پی لیا اس سے وضو کر لیا بھوک لگی تو پھل کھا لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اس کی موت کا وقت آیا تو ملک الموت نے اسے کہا مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے تیری زندگی ختم ہونے والی ہے تو کس حال میں چاہتا ہے تیری روح قبض ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اس نے کہا ایسا کرو مجھے وضو کر کے دو نفل کی نیت کر لینے دو جب میں سجدے میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ملک الموت نے ایسا ہی کیا اور اس حدیث میں جہاں تک مجھے یاد ہے مجھے عرصہ ہوا یہ دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اسی طرح اس کا بدن سربسجود نظر آتا ہے وہاں تو نہ کوئی گیا نہ کوئی آیا قیامت کو اسی طرح جب لوگ اٹھیں گے تو وہ سجدے سے اٹھے گا۔ اس کے حال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جب اس کو پیش کیا جائے گا بارگاہ الوہیت میں اللہ کریم فرمائیں گے۔

اِذْهَبُوْا بِعَبْدِیْ جَنَّتِیْ بِرَحْمَتِیْ۔ اَوْکَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، کہ میرے اس بندے کو میری رحمت سے میری جنت میں داخل کر دو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اس پر وہ بندہ کہے گا کہ اللہ کریم تیری رحمت تو بے شک بجا ہے لیکن کچھ تو میری بھی مزدوری ہے میں نے بھی تو پوری زندگی جو صدیوں پہ محیط تھی صرف تیری یاد میں بسر کر دی ساری زندگی میں میں نے کھانے پینے سینے سلانے کسی سے بات کرنے ملنے ملانے پر کوئی لمحہ خرچ نہیں کیا سوائے تیرے سجدوں کے اور سوائے تیری پاکی بیان کرنے کے اور تیری تسبیحات کے کیا یہ سارا کچھ مجھے اس قابل نہیں بنا سکا کہ میں جنت میں چلا جاؤں پھر تو فرماتا ہے میری رحمت سے اسے جنت میں داخل کر دو۔

اللہ کریم فرمائیں گے اپنا حساب کر لو اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے تردد کی کیا بات ہے اپنا حساب کر لو تو ارشاد ہو گا کہ میری نعمتوں کو اور اس کی عبادتوں کا میزان کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ چار سو سال صرف آنکھ کی جو نعمت اس نے استعمال کی ہو گی اس کا شکر ادا کرنے میں اس کی عبادت کم پڑ جائے گی اس نے چار صدیاں آنکھ استعمال کی اس کے بدلے کتنا شکر کیا اس کا شکر اور چار صدیوں کا نظر کا استعمال ایک پلڑے میں رکھو دوسرے میں شکر رکھو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں عبادت کم پڑ جائے گی تو فرما دیا جائے گا۔

اِذْهَبُوْا بِعَبْدِیْ یعنی عبد ہونے سے اللہ کریم انکار نہیں فرمائیں گے کہ یہ بندہ میرا ہی ہے لیکن یہ انصاف چاہتا ہے **اِذْهَبُوْا بِعَبْدِیْ اِلَی النَّارِ بِعَدْلِیْ۔** میرے انصاف کے حساب سے اس کے حصے میں دوزخ آتی ہے لیکن یہ اپنا حساب برابر برابر چاہتا ہے تو برابر اگر حساب کیا جائے تو پھر اس کے حصے میں جہنم آتی ہے اسے جہنم میں پھینک دو جب تک باقی جتنی نعمتیں اس نے استعمال کی ہیں ان سب کے بدلے میں سزا بھگت نہیں لیتا رہنے دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اس وقت چیخے گا کہ اللہ مجھ سے خطا ہوئی مجھے معاف فرما میں تیری رحمت کا محتاج ہوں تو اللہ کریم پھر فامرئیں گے اچھا اگر تجھے رحمت چاہئے تو اب بھی دے دیتے ہیں لیکن اگر اپنا حساب چاہئے تو پورا کر کے آنا۔

اور واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہم ٹوٹا پھوٹا سجدہ کر لیں اسے تو ہم گنتے ہیں لیکن جتنی نعمتیں ہم استعمال کرتے ہیں ان کا کبھی ہم حساب نہیں کرتے چند لمحے جو نیند آ جاتی ہے کبھی اس سے پوچھ جو سو نہیں سکتا۔ جس کی کوئی قیمت نہیں جسے کبھی ہم نے بلکہ ہم جسے مصیبت سمجھتے ہیں یار خواہ مخواہ نیند نے پریشان کر رکھا ہے

نیند نہیں پیچھا چھوڑتی سو جاتا ہوں۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ہم سو نہ جاتے تو ہمیشہ جاگنا تو ہمارے بس میں نہیں تھا ہم ٹوٹ پھوٹ چکے ہوتے۔ ایک گھونٹ پانی زندگی بچانے کا سبب بن جاتا ہے اور وہ ایک گھونٹ اندر جا کر رک جائے تو موت کا سبب بن جاتا ہے ایک ایک ذرہ غذا حیات بھی بخشتا ہے اور موت بھی بن سکتا ہے دل کی ایک ایک دھڑکن اس کے تناسب میں فرق آجائے تو اس سے انسان اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہو جاتا ہے یعنی سو سال دو سو سال ساٹھ سال ستر سال جیتا ہے اور بچپن سے لے کر مرنے تک ایک دل ہر آن ایک متوان حالت میں دھڑکتا رہے اس میں کمی بیشی نہ آئے کون ان کا خیال رکھ رہا ہے جو اتنا خیال رکھ رہا ہے اس کو اتنی بار کب یاد کرتا ہے۔

تو فرمایا میرے بندوں کو میری نعمتوں کا احساس ہو گا اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم لاکھ چاہیں پھر ہم عاجز ہیں ہماری عبادتیں بھی حق نعمت کا شکر ادا نہیں کر پاتیں اور وہ مجھی سے کہتے ہیں **ربنا اصرف عنا عذاب جھنم** اے اللہ ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھ۔ **ان عذابھا کان غراما** اس کا عذاب جو تباہ کر دینے والی چیز ہے۔ **اِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۔** اور بہت بری جگہ ہے جہنم۔ **وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا۔** کہ وہاں خرچ بھی کرتے ہیں اور بلاوجہ اللہ کی نعمتوں کو ضائع بھی نہیں کرتے۔

تو یہ سارے ثمرات ہیں بنیاد اصل معرفت الٰہی ہے جس سے یہ نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے جس سے انسان کو اپنے عجز کو احساس ہو جاتا ہے اور اللہ کی عظمت کا احساس ہو جاتا ہے۔

اللہ کریم قادر ہیں چاہیں تو ایک آن میں عطا فرما دیں اور یہی ایسی نعمت ہے جس کے سہارے انسان کامیابی تک فلاح تک پہنچ سکتا ہے۔

جب خرچ کرتے ہیں نہ لٹاتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں ہر چیز کو اس کا موقع محل دیکھ کر ضرورت کے مطابق کرتے ہیں۔ یعنی فضول خرچی جس طرح حرام ہے اسی طرح بخل بھی حرام ہے کہ ضرورت پر بھی خرچ نہ کرنا یہ بھی جائز نہیں **وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔** اور ان کی زندگیاں اعتدال کے راستے پر مضبوطی کے ساتھ قدم جمائے ہوئے ہوتی ہیں اس سے آگے پھر مختلف اعمال کو رب جلیل نے اسی انداز سے شمار فرمایا ہے کہ معرفت باری کا حاصل یہ ہے کہ اعمال و کردار میں توازن آ جاتا ہے۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں شیر کی طرح جھپٹتے ہیں لڑ بھی سکتے ہیں بلاوجہ کسی کو بلند آواز سے ڈانٹتے بھی نہیں۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے

مجبور کر دو

نفاذ اسلام کے لئے جو کچھ کر سکتے ہو کرو۔ زبانی کر سکتے ہو، عملاً کر سکتے ہو، مالی کر سکتے ہو یا تحریر سے کر سکتے ہو۔ کرو۔ مجبور کر دو ان دانشوروں کو کہ یہ انگریزی لبادہ چھوڑ کر مسلمانی کو اپنائیں اور عملاً اسلامی زندگی میں آئیں۔ مجبور کر دو حکمرانوں کو کہ اسلام ان کی مجبوری بن جائے۔ اسلام کے بغیر زندگی کا تصور نہ رہے اس ملک میں مجبور کر دو۔ ٹھیکیداروں کو کہ انسانی زندگی سے کھیلنا چھوڑ دیں اور اللہ کے بندے بن کر زندہ رہنا سیکھیں۔ اگر آپ سب اس کوشش میں شریک نہیں ہو سکتے تو اللہ کو تمہاری ان خالی خولی سجدوں کی ضرورت نہیں۔